اُصولِ فقہ

متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم

E-MARKAZ
YOUR ONLINE MADRASA

اُصولِ فقہ

مولانا محمد الیاس گھمن متکلم اسلام دامت برکاتہم

E-MARKAZ
YOUR ONLINE MADRASA
emarkaz.org

جملہ حقوق بحق ای مرکز eMarkaz محفوظ ہیں

نام کتاب	اصولِ فقہ
تالیف	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
تاریخ اشاعت	شعبان 1445ھ–مارچ 2024ء
بار اشاعت	اول
تعداد	1100
ناشر	دار الایمان

ملنے کا پتہ

دار الایمان، مرکز اھل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا

0321-6353540

www.emarkaz.org

فہرست

پیش لفظ 15
اَعمال کی اقسام: 17
فقہ کی تعریف: 17
اصولِ فقہ کی تعریف: 17
اصولِ فقہ کا مدوّنِ اوّل: 17
شرعی دلائل: 18
باب اول؛ کتاب اللہ 20
فصلِ اول 21
قرآن کریم کی تعریف: 21
نظم اور معنٰی کا مطلب: 21
کلامِ لفظی اور کلامِ نفسی کا مطلب: 21
کتاب اللہ کی تقسیم 22
اجمالی تقسیم: 22
[1]: پہلی تقسیم: وضع کے اعتبار سے 23
[2]: دوسری تقسیم: ظہور کے اعتبار سے 23

[3]: تیسری تقسیم: خِفاء کے اعتبار سے 23
[4]: چوتھی تقسیم: معنیٰ میں استعمال ہونے کے لحاظ سے 23
[5]: پانچویں تقسیم: کیفیتِ دلالت کے لحاظ سے 23
فصلِ ثانی 24
کتاب اللہ کی تفصیلی تقسیم: 24
[1]: نظم کی پہلی تقسیم: وضع کے اعتبار سے 24
[1]: وضع کی پہلی قسم: خاص 24
خاص کی پہلی بحث 25
خاص کی تعریف: 25
معنی پر دلالت کے اعتبار سے خاص کی تین اقسام: 25
[1]: خاص شخصی: 25
[2]: خاص نوعی: 25
[3]: خاص جنسی: 26
خاص کا حکم: 26
خاص کی دوسری بحث 27
مطلق کی تعریف: 27
مطلق کا حکم: 28
خاص کی تیسری بحث 29

مقیَّد کی تعریف: 29
مقید کا حکم: 30
مشق نمبر 1 31
خاص کی چوتھی بحث 33
امر کی تعریف: 33
امر کا حکم: 33
مامور بہٖ کی تعریف: 34
☆مامور بہٖ کی تقسیم ادائیگی کے لحاظ سے: 34
مطلق عن الوقت کی تعریف: 34
مقیّد بالوقت کی تعریف: 34
مقید بالوقت کی قسمیں: 35
☆مامور بہٖ کی تقسیم حکم کے لحاظ سے: 36
اداء کی تعریف: 36
اداء کی اقسام: 36
اداء کامل کی تعریف: 36
اداء ناقص کی تعریف: 37
قضاء کی تعریف: 38
قضاء کی اقسام: 38
قضاء کامل کی تعریف: 38

قضاء ناقص کی تعریف: 39
قضاء کامل اور قضاء ناقص کا حکم: 39
☆مامور بہٖ کی تقسیم صفت کے لحاظ سے: 39
حَسن لذاتہٖ کی تعریف: 40
حَسن لغیرہٖ کی تعریف: 41
امر کے دیگر معانی: 42
خاص کی پانچویں بحث 48
نہی کی تعریف: 48
مَنْہی عنہ کی تقسیم صفت کے اعتبار سے: 49
قبیح لذاتہٖ کی تعریف: 49
قبیح لغیرہٖ کی تعریف: 49
اَفعالِ حسیہ اور اَفعالِ شرعیہ کی وضاحت: 50
افعالِ حِسّی کی تعریف: 50
افعالِ شرعیَّہ کی تعریف: 51
حرمت کے علاوہ صیغۂ نہی کے دیگر معانی: 52
مشق نمبر2 54
فصلِ ثالث 56
[2]: وضع کی دوسری قسم؛ عام: 56
عام کی تعریف: 56

عام کی اقسام: 57
[1]:عام مخصوص عنہ البعض کی تعریف: 57
[2]:عام غیر مخصوص عنہ البعض کی تعریف: 58
[3]:وضع کی تیسری قسم؛مشترک: 59
مشترک کی تعریف: 59
[4]:وضع کی چوتھی قسم؛مُؤَوَّل: 60
مؤَوَّل کی تعریف: 60
فصلِ رابع 61
[2]: نظم کی دوسری تقسیم: ظہور کے اعتبار سے 61
[1]:ظاہر کی تعریف: 61
[2]:نص کی تعریف: 62
[3]:مفسر کی تعریف: 63
[4]: محکم کی تعریف: 64
فصلِ خامس 65
[3]: نظم کی تیسری تقسیم؛خِفاء کے اعتبار سے: 65
[1]:خفی کی تعریف: 65
[2]:مشکل کی تعریف: 66
[3]:مجمل کی تعریف: 67
[4]:مَتَشابہ کی تعریف: 68

فصلِ سادس 69
[4]: نظم کی چوتھی تقسیم؛ لفظ کے استعمال ہونے کے لحاظ سے: 69
[1]: حقیقت کی تعریف: 69
حقیقت کی اقسام وضع کے اعتبار سے: 70
1: حقیقت شرعی: 70
2: حقیقت لغوی: 70
3: حقیقت اصطلاحی: 70
4: حقیقت عرفی: 70
حقیقت کی اقسام؛ استعمال کے اعتبار سے: 70
[1]: حقیقت متعذرہ کی تعریف: 71
[2]: حقیقت مہجورہ کی تعریف: 71
[3]: حقیقت مستعملہ کی تعریف: 71
[2]: مجاز کی تعریف: 72
[3]: صریح کی تعریف: 72
[4]: کنایہ کی تعریف: 73
فصلِ سابع 74
[5]: نظم کی پانچویں تقسیم: کیفیتِ دلالت کے لحاظ سے 74
[1]: عبارۃ النص کی تعریف: 74
[2]: اشارۃ النص کی تعریف: 75

[3]: دلالۃ النص کی تعریف: 76
[4]: اقتضاء النص کی تعریف: 76
مشق نمبر 3 78
باب ثانی؛ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 80
فصلِ اوّل 81
سنت کی تعریف: 81
حدیث کی تعریف: 81
قولِ رسول کی تعریف: 81
فعلِ رسول کی تعریف: 82
تقریرِ رسول کی تعریف: 82
صفتِ رسول کی تعریف: 83
فصلِ ثانی 85
حدیث اور سنت میں فرق: 85
کسی عمل کے سنت بننے کی شرائط: 85
باب ثالث؛ اجماعِ امت 90
فصلِ اول 91
اجماع کا لغوی معنیٰ: 91
اجماع کا اصطلاحی معنیٰ: 91

اجماع؛ دلیلِ شرعی: 91
اجماع کی اہمیت: 92
اجماع کی قسمیں: 94
اجماع کلی: 94
اجماع اکثری: 95
فصلِ ثانی 95
اجماع کے مراتب: 96
[1]: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قولی اجماع: 96
[2]: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سکوتی اجماع 97
[3]: صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد کا اجماع (جس میں صحابہ کا اختلاف منقول نہ ہو) 101
[4]: صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد کا اجماع (جس میں سابق مجتہدین کا اختلاف منقول ہو) 103
اجماع کا سب سے پہلا منکر: 105
منکر اجماع کی سزا: 106
فاسد العقیدہ کے انکار سے اجماع متاثر نہیں ہوتا: 106
بابِ رابع؛ قیاسِ شرعی 108
فصلِ اوّل 109
1-اصل: 110
2-فرع: 110
3-علت: 111

4- حکم: 111
فصلِ ثانی 112
ثبوتِ قیاس کے دلائل: 112
مشق نمبر 4 117
باب خامس؛ تعارفِ کتب 119
فصلِ اول؛ اصولِ فقہ کی کتب 120
[1]: اصول الشاشی: 120
[2]: اصول الکرخی: 121
[3]: الفصول فی الاُصول: 121
[4]: تقویم الأَدِلَّة في أصول الفقه: 122
[5]: تاسیس النظر: 122
[6]: کنز الوصول إلی معرفۃ الاُصول: [اصولِ بزدوی] 123
[7]: اَلْمُحَرَّرُ فِي اُصولِ الفقہ: [اصولِ سرخسی] 124
[8]: المیزان فی اُصول الفقہ: 125
[9]: منتخب الحُسّامی: 126
[10]: الاشباہ والنظائر: 126
”الاشباہ والنظائر“ کا معنیٰ: 128
”الاشباہ والنظائر“ لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ 128

کتاب کے سات فنون پر ایک نظر: 129
الفن الأول؛ القواعد الکلیۃ: 129
الفن الثاني؛ الفوائد: 130
الفن الثالث؛ الجمع والفرق: 130
الفن الرابع؛ الألغاز: 130
الفن الخامس؛ الحِیَل: 130
الفن السادس؛ الفروق: 130
الفن السابع؛ في الحکایات: 131
چند قواعد: 131
[11]: نور الأنوار فی شرح المنار: 134
فصلِ ثانی؛ فقہ اور فتاویٰ کی چند اہم کتب کا تعارف 135
کتب ظاہر الروایہ 135
ظاہر الرِّوَایہ کہنے کی وجہ: 135
[1]: کتاب الاصل: 136
انداز تالیف: 136
ترتیب دلائل: 137
بے پناہ مقبولیت: 137
خصوصیات: 138
[2]: الجامع الصغیر: 138

الجامع الصغیر میں مسائل کی اقسام: 139

الجامع الصغیر کی تبویب وترتیب: 139

دونوں آراء کا تجزیہ: 140

[3]: الجامع الکبیر: 140

الجامع الکبیر کی شروحات: 142

[4]: السِّیر الصغیر: 142

[5]: السِّیر الکبیر: 144

[6]: الزِّیادات: 147

شروحات: 147

[7]: مختصر القدوری: 148

خصوصیات: 149

[8]: ہدایہ: 150

اسلوبِ کتاب: 150

ہدایہ کی اہمیت ومقبولیت: 151

[9]: کنز الدقائق: 151

جامعیت کی ایک مثال: 152

[10]: فتاویٰ تاتارخانیہ: 153

کتاب کی ترتیب: 154

خصوصیات: 155

چند اردو فتاویٰ کا تعارف 156

[1]: فتاویٰ حقانیہ: 156
خصوصیات: 156
[2]: امداد الاحکام: 157
خصوصیات: 157
[3]: کفایت المفتی: 157
خصوصیات: 158
[4]: خیر الفتاویٰ: 158
خصوصیات: 159
[5]: فتاویٰ مفتی محمود: 159
خصوصیات: 160
[6]: آپ کے مسائل اور ان کا حل: 160
خصوصیات: 161
[7]: فتاویٰ محمودیہ: 162
خصوصیات: 162
[8]: فتاویٰ رحیمیہ: 163
خصوصیات: 163
[9]: احسن الفتاویٰ: 163
خصوصیات: 164
مشق نمبر 5 165

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ أَمَّا بَعۡدُ!

"فقہ" ایسا علم ہے جس میں ان مسائل سے بحث کی جاتی ہے جن کا تعلق بندوں کے افعال سے ہوتا ہے مثلاً: نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، نکاح، طلاق، خرید و فروخت وغیرہ۔ ان مسائل کو درج ذیل چار دلائل سے معلوم کیا جاتا ہے، جنہیں "اَدِلہ اربعہ" کہتے ہیں:

1: قرآن مجید

2: سنت

3: اجماعِ امت

4: قیاسِ مجتہد

مجتہد جب ان چار دلائل سے احکام کا استنباط کرتا ہے تو اپنے وضع کردہ قواعد وضوابط کی روشنی میں کرتا ہے۔ انہی قواعد وضوابط کا نام "اصول فقہ" ہے۔ مجتہدین کے یہ اصول دراصل نصوص ہی سے مستفاد یا نصوص ہی کا مقتضا ہوتے ہیں۔ انہی اصولوں کی بنیاد پر یہ حضرات روایات و آثار کو قبول یا ترک کرتے ہیں یا کسی نص سے مخصوص معانی و مفاہیم مراد لیتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "اصولِ فقہ" میں ہم نے شرعی دلائل؛ کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماعِ امت اور قیاسِ شرعی پر گفتگو کی ہے۔ ہر عنوان کے تحت مختلف اعتبارات سے ان عنوان کے متعلقہ امور کی تقسیم، تعریفات، مثالیں اور احکام کو بیان کیا ہے۔ پوری کتاب میں کوشش کی ہے کہ آسان مثالوں سے اصولوں کو سمجھایا جائے تاکہ اس فن کو پڑھنے والے افراد کو یہ مباحث سہولت کے ساتھ یاد ہو سکیں۔

کتاب پانچ ابواب میں منقسم ہے۔ ہر باب کے تحت مختلف فصول ذکر کی ہیں۔ مباحث پڑھنے کے دوران ایک بات ملحوظ رہے کہ ہم نے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ تعریفات باحوالہ ہوں۔ اگر کسی مقام پر کسی تعریف کا حوالہ ذکر نہ کیا گیا ہو تو وہ عبارت بندہ کی ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصولِ فقہ کی بڑی کتب میں بعض تعریفات میں طوالت یا قابلِ وضاحت امور کافی تھے تو ہم نے تعریف کو اپنے الفاظ میں محض سہولت کی خاطر بیان کیا ہے تاکہ اگر کوئی قاری ان تعریفات کو بھی یاد کرنا چاہے تو آسان الفاظ میں انہیں یاد رکھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ "اصولِ فقہ" کو طلبہ کرام کے لیے نافع بنائے اور فقہ کے مسائل جن اصول و قواعد سے مستنبط کیے گئے ہیں انہیں اچھی طرح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم، صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ اجمعین

محتاجِ دعا

حال مقیم: خانقاہ حنفیہ استنبول، ترکیہ

جمعرات؛26-شعبان1445ھ،7-مارچ2024ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَعمال کی اقسام:

اعمال کی دو قسمیں ہیں:

1: باطنی اعمال 2: ظاہری اعمال

باطنی اعمال سے مراد وہ کام ہیں جن کا تعلق انسان کے دل کے ساتھ ہے جیسے صبر وشکر، عفو وحلم، سخاوت وشجاعت اور شرم وحیاء وغیرہ۔ باطنی اعمال جس علم میں بیان کیے جاتے ہیں اسے تصوف اور طریقت کہتے ہیں اور ان اَعمال کو "اَخلاق" کا نام دیا جاتا ہے۔

ظاہری اعمال سے مراد وہ کام ہیں جن کا تعلق انسان کے ظاہری اعضاء سے ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔ یہ اعمال جس علم میں بیان کیے جاتے ہیں اسے "فقہ" کہتے ہیں اور ان اعمال کو "مسائل" کا نام دیا جاتا ہے۔

فقہ کی حقیقت:

علمِ فقہ قرآن وسنت کے فہم کا نام ہے اور در حقیقت قرآن وسنت ہی کا ثمرہ ہے ان سے ہٹ کر کوئی الگ چیز نہیں، جیسے مکھن اور گھی دودھ ہی سے بنتے ہیں، دودھ ان کے لیے اصل اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے، ایسے ہی فقہ کا مأخذ اور بنیاد قرآن وسنت ہیں۔

فقہ کی تعریف:

دین کے فروعی مسائل کو شرعی دلائل سے جاننے کا نام "فقہ" ہے۔

اصولِ فقہ کی تعریف:

شریعت کے احکام ومسائل کو تفصیلی دلائل سے جن اصول وضوابط کی روشنی میں جانا جاتا ہے انہیں "اصولِ فقہ" کہتے ہیں۔

اصولِ فقہ کا مدوّنِ اوّل:

سب سے پہلے سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ (ت 150ھ) نے فقہ کے اصول و

قواعد کو مرتب فرما کر امت کے سامنے پیش کیا۔

امام ابو الوفاء علی احمد الافغانی رحمہ اللہ (ت1400ھ) تحریر فرماتے ہیں:

وَأَمَّا أَوَّلُ مَنْ صَنَّفَ فِيْ عِلْمِ الْأُصُوْلِ فِيْمَا نَعْلَمُ فَهُوَ إِمَامُ الْأَئِمَّةِ، وَسِرَاجُ الْأُمَّةِ أَبُوْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَيْثُ بَيَّنَ طُرُقَ الْإِسْتِنْبَاطِ فِيْ (كِتَابِ الرَّأْيِ) لَهُ، وَتَلَاهُ صَاحِبَاهُ الْقَاضِيْ اَلْإِمَامُ أَبُوْ يُوْسُفَ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْأَنْصَارِيّ، وَالْإِمَامُ الرَّبَّانِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الشَّيْبَانِيّ رَحِمَهُمَا اللهُ، ثُمَّ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيْسَ الشَّافِعِيّ رَحِمَهُ اللهُ صَنَّفَ رِسَالَتَهُ

مقدمہ اصول السرخسی:03 طبع دار الفکر

ترجمہ: ہمارے علم کے مطابق جس شخصیت نے سب سے پہلے اصولِ فقہ کو تصنیف فرمایا وہ امام الائمہ سراج الامت ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ ہیں، کہ آپ نے اپنی تصنیف "کتاب الرأی" میں استنباط و استخراج کے اصول اور طریقے بیان فرمائے۔ اور آپ کے دونوں شاگردوں قاضی امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری اور امام ربانی محمد بن حسن الشیبانی رحمہما اللہ نے (آپ کے بیان کردہ اصول و قواعد) کی پیروی کی۔ پھر امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے (فقہ کے اصول و قواعد پر مشتمل) اپنا ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔

شرعی دلائل:

وہ شرعی دلائل جو فقہ کا ماخذ اور اصولِ فقہ کی بنیاد ہیں، چار ہیں:

1: کتاب اللہ　　　2: سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

3: اجماعِ امت　　　4: قیاسِ شرعی

ان چاروں دلائل سے شرعی احکامات کو ثابت کیا جاتا ہے، لیکن ان چاروں دلائل سے مسائل کو ثابت کرنا فقہاء کرام و مجتہدین عظام کا کام ہے، عام آدمی اس کا اہل نہیں۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے "اصولِ فقہ" کے عنوان پر امت مسلمہ کو جو علمی ذخیرہ دیا ہے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1: پہلا حصہ کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماعِ امت اور قیاسِ شرعی کی مباحث پر مشتمل

ہوتا ہے۔

2: اصولِ فقہ کا دوسرا حصہ پہلے حصے سے بہت منفرد اور جدا ہے، اس حصے میں اصول، قواعد، علت و حکمت، عرف ورواج، تاویل اور عموم بلویٰ وغیرہ جیسے عنوانات پر بحث کی جاتی ہے۔

اصولِ فقہ کی پہلی قسم کی مباحث کو جن کتابوں میں بیان کیا جاتا ہے، ان کتابوں کو عام طور پر "اصولِ فقہ" کا نام دیا جاتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب بھی اصولِ فقہ کے اسی حصہ سے متعلق ہے۔ اور دوسری قسم کی مباحث کو جن کتابوں میں ذکر کیا جاتا ہے ان کو عموماً "قواعدِ فقہیہ" کہا جاتا ہے۔

ہماری اس کتاب میں چاروں شرعی دلائل (کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماعِ امت اور قیاسِ شرعی) پر سلیس انداز میں قدرے تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے تاکہ اس فن سے متعلق ضروری مباحث کو پڑھنا پڑھانا اور یاد رکھنا سہل ہو جائے۔

یہ کتاب پانچ ابواب اور پندرہ فصول پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں سات فصلیں ہیں، اور بقیہ تمام ابواب میں دو دو فصول ہیں۔ پہلے باب میں "کتاب اللہ" سے متعلق اَبحاث کو ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں "سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" تیسرے باب میں "اجماعِ امت" اور چوتھے باب میں "قیاس شرعی" سے متعلق ضروری گفتگو کی گئی ہے، جب کہ آخری باب میں اصولِ فقہ، قواعدِ فقہیہ اور فقہ سے متعلق چند اہم اور بنیادی کتب کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

باب اول؛ کتاب اللہ

باب اول درج ذیل سات فصول پر مشتمل ہے:

فصل اول: اس میں قرآن کی تعریف، نظم اور معنٰی کا مطلب، کلامِ لفظی اور کلامِ نفسی کا مطلب، کتاب اللہ کی اجمالی تقسیم کا بیان ہو گا۔

فصل ثانی: اس فصل میں کتاب اللہ کی تفصیلی تقسیم میں سے خاص کی پانچ اَبحاث پر گفتگو ہو گی۔

فصل ثالث: اس میں عام، مشترک اور مُؤوَّل کا تذکرہ ہو گا۔

فصل رابع: اس فصل میں ظاہر، نص، مُفَسَّر اور محکم پر بات ہو گی۔

فصل خامس: اس میں خفی، مشکل، مجمل اور مَتَشابہ کا بیان ہو گا۔

فصل سادس: اس فصل میں حقیقت، مجاز، صریح اور کنایہ پر گفتگو ہو گی۔

فصل سابع: اس میں عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص کا بیان ہو گا۔

[1]: کتاب اللہ

فصلِ اول

پہلی فصل میں قرآن کریم کی تعریف، نظم اور معنیٰ کا مطلب، کلامِ لفظی اور کلامِ نفسی کا مطلب، کتاب اللہ کی اجمالی تقسیم کا بیان ہو گا۔

قرآن کریم کی تعریف:

اصول فقہ کی مشہور کتاب المنار کے مؤلف امام ابوالبرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی رحمہ اللہ (م:710ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقُرْآنُ اَلْمُنَزَّلُ عَلَى الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْمَكْتُوْبُ فِي الْمَصَاحِفِ اَلْمَنْقُوْلُ عَنْهُ نَقْلًا مُّتَوَاتِرًا بِلَا شُبْهَةٍ

المنار مع نورالانوار: ص10، 9

ترجمہ: قرآن وہ (خدا تعالیٰ کا پاک کلام) ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، مصاحف میں لکھا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقلِ متواتر سے منقول ہوا۔

فائدہ:

صحیح اور راجح بات یہی ہے کہ قرآن کریم نظم اور معنیٰ کے مجموعے کا نام ہے۔

نظم اور معنیٰ کا مطلب:

نظم سے قرآن کریم کے الفاظ اور معنیٰ سے قرآن کریم کا مفہوم مراد ہے۔

کلامِ لفظی اور کلامِ نفسی کا مطلب:

کلام لفظی سے قرآن کریم کے یہ الفاظ مراد ہیں جو نقوش کی صورت میں ہمارے سامنے ہوتے ہیں اور جنہیں دیکھ کر ہم پڑھتے ہیں۔ اور کلام نفسی سے وہ کلام مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور جس پر قرآن کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ کلامِ لفظی حادث اور کلامِ نفسی قدیم ہے۔

فائدہ:

حادث کا معنیٰ ہے ختم ہونے والا۔ قرآن کریم کے الفاظ چونکہ ختم ہونے والے ہیں اس لیے کلامِ لفظی حادث ہے۔ قدیم کا معنیٰ ہے ہمیشہ باقی رہنے والا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات چونکہ قدیم ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات بھی قدیم ہیں، کلامِ نفسی بھی چونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اس لیے وہ بھی قدیم ہے۔

کتاب اللہ کی تقسیم

اجمالی تقسیم:

کتاب اللہ نظم اور معنیٰ دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ان دونوں کے لحاظ سے کتاب اللہ کی کل بیس (20) اقسام بنتی ہیں۔

ان بیس اقسام کے نام یہ ہیں:

1:خاص	2:عام	3:مشترک
4:مُؤَوَّل	5:ظاہر	6:نص
7:مُفَسَّر	8:محکم	9:خفی
10:مشکل	11:مجمل	12:مُتَشابہ
13:حقیقت	14:مجاز	15:صریح
16:کنایہ	17:عبارۃ النص	18:اشارۃ النص
19:دلالۃ النص	20:اقتضاء النص	

فائدہ:

درج بالا بیس (20) اقسام اس طرح بنتی ہیں کہ نظم کے لحاظ سے چار اقسام ہیں اور معنیٰ کے لحاظ سے ایک قسم ہے، یہ کل پانچ اقسام ہو گئیں۔ ان پانچ میں سے ہر ایک قسم چار چار قسموں پر مشتمل ہے تو اس طرح کل بیس (5x4=20) اقسام ہو گئیں۔

ذیل میں اجمالی طور پر ان اقسام کو درج کیا جاتا ہے:

[1]:پہلی تقسیم: وضع کے اعتبار سے

اس لحاظ سے لفظ کی یہ چار اقسام ہیں:

1:خاص 2:عام 3:مشترک 4:مؤوّل

[2]:دوسری تقسیم: ظہور کے اعتبار سے

اس اعتبار سے لفظ کی یہ چار اقسام ہیں:

1:ظاہر 2:نص 3:مفسر 4:محکم

[3]:تیسری تقسیم: خِفاء کے اعتبار سے

اس لحاظ سے لفظ کی یہ چار اقسام ہیں:

1:خفی 2:مشکل 3:مجمل 4:متَشابہ

[4]:چوتھی تقسیم: معنٰی میں استعمال ہونے کے لحاظ سے

اس لحاظ سے لفظ کی یہ چار قسمیں ہیں:

1:حقیقت 2:مجاز 3:صریح 4:کنایہ

[5]:پانچویں تقسیم: کیفیتِ دلالت کے لحاظ سے

اس اعتبار سے لفظ کی یہ چار اقسام ہیں:

1:عبارۃ النص 2:اشارۃ النص 3:دلالۃ النص 4:اقتضاء النص

فصلِ ثانی

دوسری فصل میں کتاب اللہ کی تفصیلی تقسیم میں سے خاص کی پانچ اَبحاث پر گفتگو ہو گی۔

کتاب اللہ کی تفصیلی تقسیم:

ذیل میں کتاب اللہ کی اقسام کو قدرے وضاحت اور تفصیل کے ساتھ تحریر کیا جاتا ہے۔

[1]: نظم کی پہلی تقسیم: وضع کے اعتبار سے

وضع کا مطلب یہ ہے کہ لفظ جس معنٰی پر دلالت کرنے کے لیے وجود میں آیا ہے وہ ایک معنٰی ہو گا یا متعدد (ایک سے زائد) معانی ہوں گے۔

اگر لفظ کی دلالت ایک معنٰی پر ہو اور اس میں کسی اور معنٰی کا احتمال نہ ہو تو یہ "خاص" ہے، اگر دوسرے کسی معنٰی کا احتمال بھی ہو تو یہ "عام" ہے۔

اگر لفظ متعدد (ایک سے زائد) معنٰی پر دلالت کرے مگر ان میں سے کسی ایک معنٰی کو تاویل کے ذریعے راجح قرار دیا جا سکتا ہو تو یہ "مؤوَّل" ہے، اگر تاویل کے ذریعے کسی ایک معنٰی کو ترجیح دینا ممکن نہ ہو تو وہ "مشترک" ہے۔

وضع کے اعتبار سے لفظ کی چار اقسام کی وضاحت حسبِ ذیل ہے:

[1]: وضع کی پہلی قسم؛ خاص:

خاص سے متعلق پانچ عنوانات پر بحث ہو گی:

پہلی بحث: خاص کی تعریف اور حکم سے متعلق

دوسری بحث: مُطلَق کے بارے میں

تیسری بحث: مُقَیَّد کے بیان میں

چوتھی بحث: اَمر سے متعلق

پانچویں بحث: نَہی سے متعلق

خاص کی پہلی بحث

خاص کی تعریف:

هُوَ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مَعْلُوْمٍ أَوْ لِمُسَمًّى مَعْلُوْمٍ عَلَى الْاِنْفِرَادِ

اصول الشاشی ص:25

ترجمہ: خاص وہ لفظ ہے جس کو ایک معلوم معنٰی یا ایک معلوم چیز کے لیے الگ حیثیت سے وضع کیا گیا ہو۔

یعنی لفظ کا ایسا معنٰی جو فردِ واحد یا کثیر متعین افراد پر یکساں طور پر بولا جائے۔ آسان الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ خاص وہ لفظ ہے جو ایک ہی معنٰی و مفہوم پر دلالت کرے اور وہ معنٰی محدود اور متعین ہو۔

معنی پر دلالت کے اعتبار سے خاص کی تین اقسام:

ایک ہی معنٰی پر لفظ کی دلالت کبھی متعین شخص (فرد) کے لحاظ سے ہوگی، کبھی متعین نوع اور کبھی متعین جنس کے اعتبار سے ہوگی۔ اس لحاظ سے خاص کی یہ تین قسمیں ہیں:

1: خاص شخصی: 2: خاص نوعی: 3: خاص جنسی:

[1]: خاص شخصی:

اگر لفظ ایسے مفہوم پر دلالت کرے جس سے ایک ہی ذات مراد لی جائے تو اسے خاص شخصی یا خاص الفرد کہتے ہیں۔

مثال: یوسف، محمد اور احمد۔ لفظ یوسف صرف اسی شخص پر دلالت کرے گا جس کا نام یوسف ہو گا، اسی طرح لفظ محمد اور احمد بھی صرف انہی افرار پر دلالت کریں گے جن کا نام محمد اور احمد ہو گا۔ لفظ یوسف، محمد پر اور لفظ محمد، احمد پر دلالت نہیں کرے گا۔

[2]: خاص نوعی:

جو لفظ ایسے مفہوم پر دلالت کرے کہ اس میں شامل تمام افراد کی اَغراض یکساں ہوں، اس کو خاص نوعی یا خاص النوع کہتے ہیں۔

مثال:

رَجُلٌ (مرد)، إِمْرَ أَةٌ (عورت)۔ مرد الگ نوع ہے اور عورت الگ نوع ہے، مرد کی غرض جدا ہے اور اس میں مرد کے تمام افراد متحد ہیں۔ عورت کی غرض جدا ہے اور اس میں عورت کے تمام افراد متحد ہیں۔

فطری طور پر مرد کی اغراض یہ ہیں کہ وہ حاکمیت و امامت کے منصب پر فائز ہوتا ہے، حدود و قصاص میں اس کی شہادت (گواہی) معتبر ہوتی ہے اور شوہر بننے کا حق اس کو حاصل ہوتا ہے۔

فطری طور پر عورت کی اغراض یہ ہیں کہ وہ محکوم ہوتی ہے، اُمورِ خانہ داری سرانجام دیتی ہے اور اس میں بیوی بننے اور بچے پیدا کرنے کی اہلیت رکھی گئی ہے۔

[3]: خاص جنسی:

جو لفظ ایسے مفہوم پر دلالت کرے کہ اس میں شامل افراد کی اَغراض الگ الگ ہوں، اس کو خاص جنسی یا خاص الجنس کہتے ہیں۔

مثال:

لفظ انسان؛ اپنے افراد مرد اور عورت دونوں پر دلالت کرتا ہے، مگر دونوں کی اغراض جدا جدا ہیں۔

خاص کا حکم:

حُكْمُ الْخَاصِ مِنَ الْكِتَابِ وُجُوْبُ الْعَمَلِ بِهٖ لَا مُحَالَةَ.

اصول الشاشی ص:25

ترجمہ: کتاب اللہ کے خاص کا حکم یہ ہے کہ اس کے معنٰی پر ہر حال میں عمل کرنا واجب ہے۔

یعنی خاص اپنے مدلول (معنی) پر قطعیت کے ساتھ دلالت کرتا ہے اس لیے بغیر کمی بیشی کے اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مثال:

قرآن کریم میں ہے:

وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ

البقرۃ:228

ترجمہ: اور مطلقہ خواتین؛ تین ماہواریوں تک خود کو روکے رکھیں۔

سید الفقہاء، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے "قَرْءٌ" سے حیض مراد لیا ہے، کہ مطلقہ عورت کی عدت مکمل تین حیض ہے۔ وجہ یہ ہے کہ لفظ "قُرُوْٓءٍ" سے پہلے لفظ "ثَلٰثَةَ" ایک خاص عدد ہے کیونکہ اس کی مراد بالکل واضح ہے۔ یعنی وہ مخصوص عدد جو چار سے کم اور دو سے زیادہ ہو اسے "ثَلٰثَةَ" کہتے ہیں اور "ثَلٰثَةَ" کا تقاضا تبھی پورا ہو گا جب "قَرْءٌ" سے حیض مراد ہو، طہر مراد ہو تو پھر نص کے تقاضا پر پوری طرح عمل ممکن نہیں۔

وجہ یہ ہے کہ طلاق کا مشروع وقت حالتِ طہر ہے، حالتِ حیض نہیں۔ طہر کی حالت میں طلاق ہونے پر وہ خاتون اگلے تین حیض مکمل کرے گی تو اس طرح لفظ "ثَلٰثَةَ" کا تقاضا بھی پورا ہو جائے گا اور عدت بھی مکمل ہو جائے گی۔ اگر "قَرْءٌ" سے طہر مراد لیں تو اس صورت میں "ثَلٰثَةَ" کے تقاضا پر عمل نہیں ہو سکے گا، کیوں کہ عدت مکمل تین نہیں رہے گی بلکہ تین سے کم یا زیادہ ہو جائے گی۔ جس طہر میں طلاق واقع ہوئی اسے شمار کرنے سے عدت تین طہر سے کم ہو جائے گی، اور شمار نہ کرنے سے عدت تین طہر سے زیادہ ہو جائے گی۔ تو اس لیے ضروری ہے کہ "قُرُوْٓءٍ" کا معنیٰ حیض کیا جائے تاکہ نص کے تقاضا کے خلاف لازم نہ آئے۔

خاص کی دوسری بحث

مطلق کی تعریف:

هُوَ مَا تَعَرَّضَ لِلذَّاتِ دُوْنَ الصِّفَاتِ.

کتابٌ فی اصول الفقہ ص:141

ترجمہ: مطلق وہ لفظ ہے جو صفات سے قطع نظر محض ذات پر دلالت کرے۔ یعنی مطلق ایسی ذات پر دلالت کرتا ہے جس کے ساتھ کسی قسم کی کوئی قید یا صفت موجود نہ ہو، کیوں کہ مطلق کسی خاص ذات پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس سے کوئی بھی ذات مراد لی جا سکتی ہے۔ کسی ذات کے ساتھ جب کوئی قید یا صفت موجود ہو تو وہ مقیّد و مخصوص ہو

جاتی ہے، مطلق نہیں رہتی۔ اس لیے مطلق کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس ذات پر دلالت کرے وہ ہر قسم کی قید یا صفت سے خالی ہو۔

مثال 1:

رَجُلٌ (کوئی آدمی) مَسْجِدٌ (کوئی مسجد) کِتَابٌ (کوئی کتاب)۔ ان الفاظ میں دنیا بھر کا کوئی آدمی، دنیا بھر کی کوئی مسجد اور دنیا بھر کی کوئی کتاب مراد ہے۔

لیکن اگر ان الفاظ کے ساتھ کوئی قید یا صفت لگا دیں تو یہ مطلق نہ رہیں گے۔ جیسے یوں کہا جائے: رَجُلٌ صَالِحٌ (نیک آدمی) مَسْجِدٌ جَامِعٌ (جامع مسجد) کِتَابُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی کتاب)۔ ان الفاظ میں ہر آدمی مراد نہیں بلکہ نیک آدمی مراد ہے، اسی طرح ہر مسجد اور ہر کتاب مراد نہیں بلکہ جامع مسجد اور اللہ کی کتاب مراد ہے۔

مثال 2:

قرآن کریم میں ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ

البقرۃ:185

ترجمہ: تو تم میں سے جو کوئی اس مہینے میں موجود ہو وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔ اور جو شخص مریض ہو یا سفر پر ہو تو بعد میں گنتی پوری کرلے۔

آیتِ کریمہ میں "اَيَّامٍ" مطلق ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی قید مذکور نہیں۔ اس لیے مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شرعی یا طبعی عذر کی وجہ سے رمضان المبارک کے روزے رہ جائیں تو رمضان المبارک کے بعد جب بھی روزہ رکھنے کی قدرت حاصل ہو، قضا کرلیے جائیں۔ ان روزوں کو مسلسل رکھنا یا رمضان کے فوراً بعد رکھنا ضروری نہیں، بلکہ قضا کرنے والے کو اختیار ہے، جس طرح بھی قضا کرنا چاہے کرسکتا ہے۔

مطلق کا حکم:

اِيْجَابُ الْفِعْلِ فِي الْمَأْمُوْرِ بِهٖ عَلٰى وَجْهِ التَّخْيِيْرِ بِدُوْنِ صِفَةٍ

ترجمہ: (کسی شخص پر) مامور بہ کو اس طرح لازم قرار دینا کہ اس کی ادائیگی میں کوئی قید ملحوظ نہ رکھی جائے۔

جیسے "فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ" میں قضا کا حکم مطلق ہے اس میں کسی قید کا ذکر نہیں، اس میں قضا کرنے والے کو اختیار حاصل ہے کہ جن دنوں میں بھی چاہے، قضا کر لے اور مسلسل روزے رکھنا بھی ضروری نہیں۔

ملحوظہ:

ماموربہٖ کا مطلب: جس کام کا حکم دیا گیا ہو۔

خاص کی تیسری بحث

مقیَّد کی تعریف:

مَاتَعَرَّضَ ذَاتًا مَوْصُوْفَةً بِصِفَةٍ

کتابٌ فی اصول الفقہ ص:141

ترجمہ: مقیَّد وہ لفظ ہے جو ایسی ذات پر دلالت کرے جو کسی صفت کے ساتھ متَّصف ہو۔

مقید سے چونکہ مخصوص ذات مراد ہوتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ وہ جس ذات پر دلالت کرے اس میں کوئی قید یا صفت بھی موجود ہو۔

مثال 1:

رَجُلٌ مُؤْمِنٌ (مومن آدمی) شَاةُ زَيْدٍ (زید کی بکری)۔ ان الفاظ میں ہر آدمی مراد نہیں بلکہ وہ خاص آدمی مراد ہے جس میں ایمان والی صفت پائی جائے۔ اسی طرح ہر بکری مراد نہیں بلکہ وہ مخصوص بکری مراد ہے جو زید کی ہو۔

مثال 2:

قرآن کریم میں ہے:

فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ مُتَتَابِعَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّتَمَآسَّا

المجادلۃ:4

ترجمہ: پھر جس آدمی کو غلام میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ لگاتار دو مہینوں کے روزے ہیں، اس سے پہلے کہ وہ ایک

دوسرے کو[شہوت کے ساتھ]ہاتھ لگائیں۔[ازدواجی تعلقات قائم کریں۔]

اس آیتِ کریمہ میں کفارۂ ظِہار کے روزوں میں تتابع(مسلسل)ہونے کی قید لگادی گئی ہے۔ لہٰذا کفارۂ ظِہار کے روزوں کو مسلسل رکھنا ضروری ہے۔ کفارہ کی ادائیگی سے پہلے بیوی کو شہوت کے ساتھ چُھونا بھی جائز نہیں اور نہ ہی ازدواجی تعلقات قائم کرنا جائز ہے۔

فائدہ:

ظہار کا معنٰی ہے: بیوی کو اپنی ماں، بہن یا دیگر کسی مَحرم خاتون(جس کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو) کے کسی ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دینا جس کو دیکھنا حرام ہو۔ مثلاً خاوند یوں کہے: تو مجھ پر ایسے ہے میری ماں یا بہن کی کمر۔ ظہار سے طلاق تو واقع نہیں ہوتی البتہ جب تک کفارہ ادا نہ کر لیا جائے تب تک بیوی سے صحبت کرنا حلال نہیں ہوتا۔

مقید کا حکم:

اِیْجَابُ الْفِعْلِ فِی الْمَأْمُوْرِ بِہٖ مَعَ صِفَةٍ مُّعَیَّنَةٍ

ترجمہ: مامور بِہٖ(جس کام کا حکم دیا گیا ہو)کی ادائیگی کو کسی صفت کے ساتھ متَّصف کرکے واجب قرار دینا۔

یعنی مامور بِہٖ میں جو قید مذکور ہو، اس قید کے ساتھ ہی اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے، اس قید کا لحاظ رکھے بغیر اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہوتا۔ جیسے ظہار کے کفارہ میں دوماہ روزوں کو لگاتار رکھنا ضروری ہے، تسلسل کے بغیر روزے رکھنا شرعاً معتبر نہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ

مشق نمبر 1

سوال 1: درست جواب پر نشان لگائیں:

1: علمِ فقہ در حقیقت قرآن و سنت کا:

ثمرہ ہے پڑھنا ہے دیکھنا ہے

2: دین کے فروعی مسائل کو شرعی دلائل سے جاننے کا نام:

علم ہے فقہ ہے حکمت ہے

3: اصولِ فقہ کے مدوّنِ اول ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ

4: شرعی دلائل جو فقہ کا مآخذ ہیں ان کی تعداد ہے:

چار چھ آٹھ

5: اصولِ فقہ کی اس کتاب کے ابواب ہیں:

تیرہ پانچ دس

6: کتاب اللہ نام ہے:

صرف نظم کا صرف معنیٰ کا نظم اور معنیٰ دونوں کا

7: پہلے باب کا عنوان ہے:

کتاب اللہ اجماعِ امت قیاسِ شرعی

8: دوسرے باب کا عنوان ہے:

تعارف کتب اصولِ تفسیر سنتِ رسول ﷺ

9: قرآنِ کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک منقول ہوا:

خبرِ مشہور سے نقلِ متواتر سے خبرِ واحد سے

سوال 2: صحیح اور غلط کی نشان دہی کیجیے:

1: کلام لفظی سے قرآن کریم کا مفہوم مراد ہے۔

2: کلام نفسی سے وہ کلام مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

3: لفظ اور معنیٰ دونوں کے لحاظ سے کتاب اللہ کی کل اٹھارہ اقسام بنتی ہیں۔

4: ظہور کے اعتبار سے یہ چار قسمیں ہیں: ظاہر، نص، مفسر، محکم۔

5: کیفیتِ دلالت کے لحاظ سے یہ چار اقسام ہیں: حقیقت، مجاز، صریح، کنایہ۔

6: باب اول کی فصلِ ثانی میں کتاب اللہ کی تفصیلی تقسیم میں سے خاص کی سات اَبحاث پر گفتگو کی گئی ہے۔

7: لفظ کو ایک معلوم معنیٰ یا ایک معلوم چیز کے لیے الگ حیثیت سے وضع کیا گیا ہو تو اسے خاص کہتے ہیں۔

8: لفظ ایسے مفہوم پر دلالت کرے جس سے ایک ہی ذات مراد لی جائے تو اسے خاص نوعی کہتے ہیں۔

9: کتاب اللہ کے خاص کا حکم یہ ہے کہ اس کے معنیٰ پر ہر حال میں عمل کرنا واجب ہے۔

10: امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے "قَرْءٌ" سے "طہر" مراد لیا ہے۔

سوال 3: مناسب اور درست لفظ کے ساتھ خالی جگہ پُر کیجیے:

1: مطلق وہ لفظ ہے جو صفات سے قطع نظر محض ....پر دلالت کرے۔

2: آیتِ کریمہ میں "اَیَّامٍ" مطلق ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی ....مذکور نہیں۔

3: ....وہ لفظ ہے جو ایسی ذات پر دلالت کرے جو کسی صفت کے ساتھ متّصف ہو۔

4: سورۃ المجادلہ کی آیت نمبر 4 میں کفارۂ ....کے روزوں میں تتابع (لگاتار، مسلسل) ہونے کی قید لگا دی گئی ہے۔

5: "ظہار" کا معنیٰ ہے "بیوی کو...........خاتون کے ساتھ تشبیہ دینا۔

6: ظہار کا کفارہ وہی ہے جو...........کا کفارہ ہے۔

7: اگر طاقت ہو تو خاوند لگاتار .... رکھے، اگر درمیان میں ایک .... بھی چھوٹ گیا تو نئے سرے سے رکھنا لازم ہوں گے۔

خاص کی چوتھی بحث

امر کی تعریف:

هُوَ قَوْلُ الْقَائِلِ لِغَيْرِهٖ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِعْلَاءِ "اِفْعَلْ".

نورالانوار ص:81

ترجمہ: بڑا ہونے کی حیثیت سے دوسرے شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم دینا۔(بڑا ہونا خواہ عمر کے لحاظ سے ہو یا؛ رتبے اور منصب کے لحاظ سے ہو)۔

فائدہ:

اَمر کا معنٰی ہے حکم دینا اور جس کام کا حکم دیا جائے اسے "مامور بہٖ" کہتے ہیں۔

مثال:

قرآن کریم میں ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

البقرۃ:110

ترجمہ: اور تم نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔

اس آیتِ کریمہ میں نماز اور زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔

امر کا حکم:

عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ: اَلْاِلْزَامُ اِلَّا بِدَلِيْلٍ.

منتخب الحسامی:ص:74

ترجمہ: جمہور علماء کرام کے نزدیک دلیل کے ساتھ کسی کام کو لازم کرنا امر کا حکم ہے۔

مثال:

قرآن کریم میں ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا

بنی اسرائیل:78

ترجمہ: سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک نماز کا اہتمام کیا کریں اور نمازِ فجر کی تلاوتِ قرآن کا بھی۔ بے شک نمازِ فجر کی تلاوت میں خوب حاضری ہوتی ہے۔

اس آیت کریمہ "اَقِمِ الصَّلٰوۃَ" میں نماز والے فعل کو لازم قرار دیا گیا ہے کہ نماز کی ادائیگی ہر مسلمان مرد و عورت پر (شرائط پائے جانے کی صورت میں) ضروری ہے۔

مامور بِہٖ کی تعریف:

جن کاموں کا شریعت کی طرف سے حکم دیا گیا ہے، انہیں "مامور بِہٖ" کہتے ہیں۔

☆ مامور بِہٖ کی تقسیم ادائیگی کے لحاظ سے:

ادائیگی کے اعتبار سے مامور بِہٖ دو طرح کے ہیں: 1: مطلق عن الوقت 2: مقید بالوقت

ایسے کام جن کی ادائیگی کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں، انہیں کسی بھی وقت ادا کیا جاسکتا ہے ایسے کاموں کو "مطلق عن الوقت" کہا جاتا ہے۔ اور ایسے کام جن کی ادائیگی کسی خاص وقت میں ضروری ہوتی ہے، انہیں "مقید بالوقت" کہا جاتا ہے۔

مطلق عن الوقت کی تعریف:

اَلَّذِیْ لَمْ یَتَعَلَّقْ أَدَاءُ الْمَأْمُوْرِ بِہٖ لِوَقْتٍ مَّحْدُوْدٍ

احسن الحواشی علی اصول الشاشی: ص:89

ترجمہ: ایسا مامور بہ جس کی ادائیگی کسی معین و مخصوص وقت کے ساتھ متعلق نہ ہو۔

مثال: قضاء یا کفارہ کا روزہ، زکوٰۃ، صدقۃ الفطر۔

مقیّد بالوقت کی تعریف:

مَا عَیَّنَ الشَّرْعُ لِأَدَائِہٖ وَقْتًا عَلٰی وَجْہٍ یَفُوْتُ الْأَدَاءُ بِفَوَاتِہٖ

احسن الحواشی علی اصول الشاشی: ص:83

ترجمہ: ایسا مامور بہ جس کی ادائیگی کو شریعت نے کسی مخصوص وقت کے ساتھ اس طرح متعلق کیا ہو کہ اگر وہ وقت گزر جائے تو مامور بہ کی ادائیگی بھی فوت ہو جائے۔

مثال:

پنجگانہ نماز، رمضان المبارک کا روزہ، قربانی۔

مقید بالوقت کی دو قسمیں ہیں:

1: كَوْنُ الْوَقْتِ مِعْيَارًا لِلْمَأْمُوْرِ بِهٖ

وقت مامور بہ کے لیے "معیار" ہو۔

2: كَوْنُ الْوَقْتِ ظَرْفًا لِلْمَأْمُوْرِ بِهٖ

وقت مامور بہ کے لیے "ظرف" ہو۔

☆ مامور بہ کی ادائیگی کے لیے وقت خاص ہو اور وہ طے شدہ سارا وقت ہی اس کی ادائیگی میں صَرف ہو جائے تو وہ وقت مامور بہ کے لیے "معیار" کہلاتا ہے، جیسے روزہ۔

روزہ کا وقت صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک ہوتا ہے اور اس سارے وقت میں روزہ کا ہونا ضروری ہوتا ہے، وقت کا کوئی جزو بھی ایسا نہیں جو روزہ کی ادائیگی کے بعد بچ جائے۔ آسان الفاظ میں یوں سمجھ لیجیے کہ طے شدہ سارا وقت ہی روزہ کی ادائیگی میں صَرف ہو جاتا ہے، تو اس صورت میں روزہ کے لیے وقت "معیار" بنتا ہے۔

حکم:

روزہ کی ادائیگی کا جو وقت مقرر ہے اس پورے وقت میں اسی جنس کا دوسرا عمل جائز نہیں۔ یعنی صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک ایک ہی روزہ رکھا جا سکتا ہے، ایک سے زائد نہیں۔ ادا روزہ رکھا ہے تو قضا نہیں رکھ سکتے، مَنّت کا روزہ رکھا ہے تو کفارہ کا نہیں رکھ سکتے۔

☆ مامور بہ کی ادائیگی کے لیے وقت خاص ہو لیکن طے شدہ پورا وقت اس کی ادائیگی میں صَرف نہ ہو بلکہ ادائیگی کے بعد کچھ وقت باقی رہ جائے تو وہ وقت مامور بہ کے لیے ظرف کہلاتا ہے۔ جیسے نماز۔

ہر نماز کا وقت مخصوص ہے اور ہر نماز کی ادائیگی کے بعد وقت بچ جاتا ہے، روزہ کی طرح سارا وقت نماز کی ادائیگی میں صَرف نہیں ہوتا، تو اس صورت میں نماز کے لیے وقت "ظرف" بنتا ہے۔

حکم:

ہر نماز کا جو وقت مقرر ہے اس پورے وقت میں اس نماز کی ادائیگی واجب نہیں، یعنی ایسا نہیں ہے کہ جب تک کسی نماز کا وقت ختم نہ ہو اسی نماز کو ادا کرتے رہو، بس شرعاً اتنا ضروری ہے کہ جتنے وقت میں نماز ادا ہو جائے کافی ہے، اور اس نماز کے باقی وقت میں دیگر نمازوں (کوئی فوت شدہ نماز، منّت کی نماز، نفل نماز) کی ادائیگی بھی ممنوع نہیں۔ ہاں البتہ مامور بہ (جس نماز کا وقت ہو اس وقت میں اس) کی ادائیگی کے لیے نیت ضروری ہو گی۔

☆ مامور بِہٖ کی تقسیم حکم کے لحاظ سے:

حکم کے اعتبار سے مامور بِہٖ کی دو قسمیں ہیں:

1: اداء 2: قضاء

اداء کی تعریف:

عِبَارَةٌ عَنْ تَسْلِيْمِ عَيْنِ الْوَاجِبِ إِلٰى مُسْتَحِقِّهٖ

اصول الشاشی ص:118

ترجمہ: جو عبادت ذمہ میں واجب ہوئی ہو بِعینہٖ اسی کو بجالانا۔

مثال: ہر نماز کو اس کے متعیّن وقت میں ادا کرنا، اسی طرح رمضان کے ہر روزہ کو اسی کے وقت میں رکھنا۔

اداء کی اقسام:

اداء کی دو قسمیں ہیں:

1: اداء کامل 2: اداء ناقص

اداء کامل کی تعریف:

هُوَ اَدَاءُ الْمَأْمُوْرِ بِهٖ عَلٰى وَجْهٍ شُرِعَ عَلَيْهِ مَعَ إِيْفَاءِ جَمِيْعِ حُقُوْقِهٖ

احسن الحواشی علی اصول الشاشی:119

ترجمہ: مامور بہٖ کو (شریعت کی منشاء کے مطابق) اس طور پر بجالانا کہ ادائیگی میں تمام اوصاف و آداب کی مکمل رعایت رکھی گئی ہو۔

مثال:

ہر نماز کو اپنے وقت میں مسجد میں باجماعت ادا کرنا اداء کامل ہے۔ (مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا یہ حکم مَردوں کو ہے، خواتین کو نہیں۔)

حکم:

أَنْ يُّحْكَمَ بِالْخُرُوْجِ عَنِ الذِّمَّةِ وَيَسْتَحِقُّ الْأَجْرَ

ترجمہ: فریضہ کامل طور پر ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور ادا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب کا حق دار ٹھہرے گا۔

اداءِ ناقص کی تعریف:

هُوَ تَسْلِيْمُ عَيْنِ الْوَاجِبِ مَعَ النُّقْصَانِ فِيْ صِفَتِهٖ

اصول الشاشی ص:120

ترجمہ: جو عبادت ذمہ میں واجب ہوئی ہو اس کو اوصاف و آداب کی کمی کے ساتھ بجالانا۔

مثال:

سجدہ سہو کیے بغیر نماز مکمل کر لینا یا وضو کے بغیر طواف ادا کرنا۔

ایسی نماز جس میں سجدہ سہو واجب ہوا ہو اور سجدہ سہو کیے بغیر وہ مکمل کر لی گئی ہو تو نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے پہلے اس کا اعادہ کرنا (دوبارہ پڑھنا) لازمی ہوتا ہے، اور اِعادہ کر لینے کی صورت میں کامل ادائیگی ہو جائے گی۔ اور وقت کے اندر اعادہ نہ کرنے کی صورت میں یہ ادائیگی ناقص ہو گی۔

اسی طرح بغیر وضو طواف کرنے کی صورت میں ادائیگی ناقص ہو گی، اس لیے اس نقصان کا ازالہ ضروری ہو گا۔ ازالہ کی صورت یہ ہے کہ یا تو دوبارہ باوضو طواف کر لیا جائے یا پھر دَم دیا جائے۔ دَم کا مطلب یہ ہے کہ حدودِ حرم میں ایک جانور ذبح کیا جائے۔

اگر ان دو (باوضو دوبارہ طواف کرنے یا دَم دینے) میں سے کسی صورت پر عمل نہ کیا تو یہ ادائیگی ناقص ہو گی۔

حکم:

إِنْ أَمْكَنَ جَبْرُ النُّقْصَانِ يُجْبَرُ وَإِلَّا يَأْثَمُ

ترجمہ: اگر اس کا ازالہ ممکن ہو تو کیا جائے گا ورنہ بندہ گناہ گار ہو گا۔

قضاء کی تعریف:

عِبَارَةٌ عَنْ تَسْلِيْمِ مِثْلِ الْوَاجِبِ إِلٰى مُسْتَحِقِّهٖ

اصول الشاشی ص:100

ترجمہ: جو عبادت ذمہ میں واجب ہوئی ہو؛ اس کی مثل کو بجالانا۔

مثال:

کسی نماز یا روزہ کو اس کے مخصوص وقت میں ادا نہ کرنا بلکہ وقت گزرنے کے بعد ادا کرنا۔

قضاء کی اقسام:

قضاء کی دو قسمیں ہیں:

1: قضاء کامل 2: قضاء ناقص

قضاء کامل کی تعریف:

هُوَ تَسْلِيْمُ مِثْلِ الْوَاجِبِ إِلٰى مُسْتَحِقِّهٖ صُوْرَةً وَمعنیٰ

ترجمہ: مامور بہ کے بدلے میں قضاء کی جانے والی عبادت ایسی ہو جو صورت اور حکم دونوں لحاظ سے مامور بہ کے ہم مثل ہو۔

مثال:

اَدَاءُ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ قَضَاءً

ترجمہ: قضاء نماز پڑھنا اور قضاء روزہ رکھنا۔

نماز اور روزہ اگر فوت ہو جائے تو ان کے بدلے میں جو نماز اور روزہ قضاء کیا جاتا ہے وہ صورت اور حکم میں اسی نماز اور روزہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں جن کو وقت پر اداء کرنا ضروری تھا۔ صورت میں ہم مثل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طریقے سے وقتی نماز اور روزہ کو ادا کرنا ہوتا ہے ویسے ہی بغیر کسی کمی بیشی کے ان کو قضاء کیا جائے گا، اور حکم میں ہم مثل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں صورتوں (اداء اور قضاء) میں انسان بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

قضاء ناقص کی تعریف:

هُوَ تَسْلِيْمُ مِثْلِ الْوَاجِبِ إِلٰى مُسْتَحِقِّهٖ معنیً فَقَطْ

ترجمہ: مامور بہ کے بدلے میں قضاء کی جانے والی عبادت ایسی ہو جو صرف حکم میں مامور بہ کے ہم مثل ہو۔

مثال: فِدْيَةُ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَجْزِ

ترجمہ: فوت ہونے کے بعد یا عاجز ہونے کے وقت نماز اور روزہ کا فدیہ ادا کرنا۔

فدیہ ایسی چیز ہے جو صورت میں نماز اور روزہ جیسی نہیں ہے بلکہ الگ ہے، کیوں کہ نماز اور روزہ جسمانی عبادت ہیں اور فدیہ مالی۔ البتہ حکم میں فدیہ نماز اور روزہ کی طرح ہے کہ جیسے نماز اور روزہ کی ادائیگی سے انسان سے ذمہ ساقط ہو جاتا ہے ویسے ہی فدیہ کی ادائیگی سے انسان بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

قضاء کامل اور قضاء ناقص کا حکم:

سُقُوْطُ الذِّمَّةِ بِالْقَضَاءِ وَيَأْثَمُ لِأَجْلِ التَّأْخِيْرِ بِلَا عُذْرٍ

ترجمہ: تاخیر سے ادا کرنے کی صورت میں عبادت کی ادائیگی کا حکم ذمہ سے ساقط ہو جائے گا، البتہ بلا عذر تاخیر کی صورت میں گناہ بھی ہو گا۔

☆ مامور بہ کی تقسیم صفت کے لحاظ سے:

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی بھی کام کے بجالانے کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کام میں خوب صورتی، خوبی اور عمدگی موجود ہے، کیوں کہ حکیم ذات کی طرف سے حکمت کے بغیر کسی بھی کام کا حکم نہیں ہوتا۔

مامور بہٖ کے اندر خوبی، عمدگی اور حُسن کا پایا جانا ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔ البتہ بعض مامور بہ ایسے ہوتے ہیں جن کی ذات ہی میں خوبی ہوتی ہے اور بعض کے اندر خوبی اس کی ذات میں تو نہیں ہوتی البتہ کسی اور چیز (صفت) کی وجہ سے اس میں حُسن آجاتا ہے۔ تو حُسن کے لحاظ سے مامور بہٖ کی دو قسمیں ہیں:

1: حَسن لذاتہٖ 2: حَسن لغیرہٖ

حَسن لذاتہٖ کی تعریف:

مَا فِيْهِ حُسْنٌ لِمَعْنًى فِيْ نَفْسِهٖ

اصول السرخسی: ص 47

ترجمہ: ایسا مامور بہٖ جس میں حُسن اس کی اپنی ذات کی وجہ سے ہو۔

مثال:

اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ. اَلصَّلٰوةُ. اَلصِّدْقُ وَالْعَدْلُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لانا، نماز ادا کرنا، سچ بولنا اور عدل وانصاف قائم کرنا۔

ان چیزوں میں جو خوبی، خوب صورتی اور حُسن ہے یہ ذاتی طور پر موجود ہے، یعنی ہر ایک عمل کی ذات میں یہ حُسن پایا جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ذاتی طور پر ان میں کوئی خوبی یا اچھائی نہ ہو مگر کسی اور صفت کی وجہ سے خوبی پائی جاتی ہو۔ اس لیے ایسی خوبی حَسن لذاتہٖ کہلاتی ہے۔

حکم:

هُوَ يَسْقُطُ بِالْأَدَاءِ أَوْ إِسْقَاطِ الْاٰمِرِ

اصول الشاشی: ص 114

ترجمہ: ایسا ادائیگی سے ساقط ہو جاتا ہے یا اٰمِر (حکم کرنے والا، یعنی صاحبِ شریعت) کی طرف سے معاف کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔

نماز یا روزہ کو بروقت ادا کرنے کی صورت میں ان کا سقوط ادائیگی سے ہوتا ہے اور حیض ونفاس کی حالت میں ان کا سقوط شارع (اٰمِر) کی طرف سے ہوتا ہے۔

حَسن لغیرہٖ کی تعریف:

مَا فِيْهِ حُسْنٌ لِمَعْنًى فِيْ غَيْرِهٖ

اصول السرخسی: ص 47

ترجمہ: ایسا مامور بہٖ جس میں حُسن اس کی اپنی ذات کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی غیر کی وجہ سے ہو۔

مثال:

اَلْوُضُوْءُ لِلصَّلٰوةِ وَالسَّعْيُ لِلْجُمُعَةِ

ترجمہ: نماز کے لیے وضو کرنا اور جمعہ کی ادائیگی کے لیے کوشش اور تیاری کرنا۔

وضو کے اندر ذاتی طور پر کوئی حُسن اور خوب صورتی نہیں ہے، کیوں کہ وضو مستقل عبادت نہیں ہے، البتہ یہ نماز کے لیے شرط ہے کہ نماز کی ادائیگی اس کے بغیر ممکن نہیں، اس لیے نماز کی وجہ سے اس میں حُسن پایا جاتا ہے، اس لیے یہ حَسن لغیرہٖ ہے۔

اسی طرح جمعہ کی ادائیگی کے لیے سَعی یعنی کوشش اور تیاری کرنے (مثلاً: غسل کرنے اور مسجد کی طرف جانے) میں ذاتی طور پر کوئی خوبی اور حُسن نہیں ہے، بلکہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے ساتھ نسبت ہونے کی وجہ سے اس میں حُسن پیدا ہو جاتا ہے، اس لیے یہ حَسن لغیرہٖ ہے۔

حکم:

يَسْقُطُ تِلْكَ الْوَاسِطَةُ بِسُقُوْطِ الْمَأْمُوْرِ بِهٖ

اصول الشاشی: ص 117

ترجمہ: مامور بہٖ کے ساقط ہو جانے کی صورت میں یہ واسطے (مثلاً: وضو اور سعی الی الجمعۃ) بھی ساقط ہو جاتے ہیں۔

اگر پنجگانہ نماز یا جمعہ کی ادائیگی کا حکم ساقط ہو جائے تو وضو اور سَعی اِلی الجمعۃ کا حکم بھی باقی نہیں رہے گا۔ کیوں کہ پنجگانہ نماز اور جمعہ کی ادائیگی اصل ہیں اور وضو کرنا اور سعی الی الجمعۃ ان کا واسطہ ہیں، جب اصل باقی نہ رہے تو واسطہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

امر کے دیگر معانی:

صیغۂِ امر؛ ویسے تو بہت سے معانی کے لیے آتا ہے، لیکن ان میں سے اصل معنٰی وجوب کا ہے۔ یعنی امر کا اصل حکم یہی ہے کہ وہ وجوبِ فعل کے لیے آتا ہے۔ ہاں جب کوئی ایسا قرینہ پایا جائے تو اس بات پر دلالت کرے کہ اس مقام میں امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ دوسرے کسی معنٰی میں مستعمل ہے تو وہاں قرینہ کے موافق دوسرا معنٰی مراد ہو گا۔ وجوب کے علاوہ صیغۂِ امر درج ذیل معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے:

[1]: اباحت: کسی کام کی اجازت دینے کے لیے۔

مثال 1: وَاِذَا حَلَلۡتُمۡ فَاصۡطَادُوۡا

المائدۃ:02

ترجمہ: اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔

مثال 2: فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ

الجمعۃ:11

ترجمہ: زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو۔

[2]: ندب: کسی کام کو بہتر اور پسندیدہ بتلانے کے لیے۔

مثال 1: وَاَحۡسِنُوۡا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ

البقرۃ:195

ترجمہ: اور نیکی کا رستہ اختیار کرو، بیشک اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو پسند فرماتا ہے۔

مثال 2: فَكَاتِبُوۡهُمۡ اِنۡ عَلِمۡتُمۡ فِيۡهِمۡ خَيۡرًا

النور:33

ترجمہ: اگر تم اپنے غلاموں میں بھلائی دیکھو تو ان سے مکاتبت کا معاہدہ کر لیا کرو۔

[3]: تہدید: بصورت دھمکی غصہ کے اظہار کے لیے۔

مثال 1: وَاسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِكَ

بنی اسرائیل:64

ترجمہ: اور ان میں سے جس جس پر تیرا بس چلے اپنی پکار سے ان کے قدم اکھاڑ لینا۔

مثال2: اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ

حٰمٓ السجدۃ:40

ترجمہ: اب جو چاہو، کرلو!

[4]: ارشاد: معاشرتی اُمور میں رہنمائی کرنے کے لیے۔

مثال1: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَایَنۡتُمۡ بِدَیۡنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاكۡتُبُوۡهُ

البقرۃ:282

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم مقررہ مدت تک ادھار لینے دینے کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

مثال2: وَ اسۡتَشۡهِدُوۡا شَهِیۡدَیۡنِ مِنۡ رِّجَالِكُمۡ

البقرۃ:282

ترجمہ: اور اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ بنا لیا کرو۔

[5]: تادیب: ادب اور سلیقہ مندی سکھلانے کے لیے۔

مثال1: اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَیۡكَ ۚ اِنَّكَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًی

طٰہٰ:12

ترجمہ: بے شک میں تمہارا رب ہوں لہٰذا اپنے جوتے اتار دو، کیوں کہ تم طویٰ کی مقدس وادی میں ہو۔

مثال2: فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ فَانۡتَشِرُوۡا

الاحزاب:53

ترجمہ: پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ۔

[6]: دعا: اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لیے۔

مثال1: وَ اعۡفُ عَنَّا ۟ وَ اغۡفِرۡ لَنَا ۟ وَ ارۡحَمۡنَا ۟ اَنۡتَ مَوۡلٰىنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِیۡنَ

البقرۃ:186

ترجمہ: اور ہم سے درگزر فرما، ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا کارساز ہے، اس لیے کافر قوم کے

مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

مثال2: رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ

الشعراء:83

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے حکمت عطا فرمایئے اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرمایئے۔

[7]: تعجیز: کسی کے عجز (عاجز آجانے) کو بیان کرنے کے لیے۔

مثال1: وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

البقرۃ:23

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔

مثال2: قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

البقرۃ:111

ترجمہ: آپ فرما دیجیے کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔

[8]: امتنان: نعمت اور احسان کے اظہار کے لیے۔

مثال1: كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ

البقرۃ:60

ترجمہ: اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ پیو۔

مثال2: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

المرسلٰت:43

ترجمہ: (اہلِ جنت سے کہا جائے گا کہ) مزے سے کھاؤ پیو، ان اعمال کے سبب جو تم کیا کرتے تھے۔

[9]: اِکرام: تعظیم و تکریم کا اظہار کرنے کے لیے۔

مثال1: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ

الاعراف:49

ترجمہ: (اہلِ جنت کو یہ ارشاد ہو گا کہ) تم جنت میں داخل ہو جاؤ، نہ تو تم پر کوئی خوف ہے اور نہ ہی تم غمگین ہو

گے۔

مثال2: اُدۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيۡنَ

الحجر:43

ترجمہ: [اہلِ جنّت سے کہا جائے گا:] تم ان میں سلامتی کے ساتھ بے خوف وخطر داخل ہو جاؤ۔

[10]: اِنذار: بُرے انجام سے باخبر کرنے کے لیے۔

مثال 1: قُلۡ تَمَتَّعۡ بِكُفۡرِكَ قَلِيۡلًا ۖ اِنَّكَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ

الزمر:08

ترجمہ: آپ فرما دیجیے: چند دن اپنے کفر کے مزے اُڑا لے! بے شک تو جہنمیوں میں سے ہے۔

مثال2: كُلُوۡا وَتَمَتَّعُوۡا قَلِيۡلًا اِنَّكُمۡ مُّجۡرِمُوۡنَ

المرسلٰت:46

ترجمہ: (اے کافرو!) مزے لے کر کچھ وقت کھالو، یقیناً تم مجرم ہو۔

[11]: اِہانت: ذلت ورسوائی کو بیان کرنے کے لیے۔

مثال 1: قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ

الحجر:34

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں سے دفع ہو جا، کیوں کہ تو مردود ہو گیا ہے۔

مثال2: قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ

المؤمنون:108

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ذلیل ہو کر اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے بات بھی نہ کرو۔

[12]: تحقیر: حقارت کے اظہار کے لیے۔

مثال 1: قَالَ لَهُمۡ مُّوۡسٰٓى اَلۡقُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ مُّلۡقُوۡنَ

الشعراء:43

ترجمہ: موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے فرمایا: پھینکو جو تم پھینکنے والے ہو۔

مثال2: فَذَرۡنِيۡ وَمَنۡ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ

القلم:44

ترجمہ: (اے پیغمبر!) اس کلام کو جو لوگ جھٹلا رہے ہیں، اُنہیں مجھ پر چھوڑ دو۔

[13]: تسویہ: دو چیزوں میں برابری بیان کرنے کے لیے۔

مثال1: قُلِ ادۡعُوا اللّٰهَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدۡعُوۡا فَلَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى

بنی اسرائیل:110

ترجمہ: آپ فرما دیجیے: اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر؛ جس نام سے بھی پکارو، سارے اچھے نام اسی کے ہیں۔

مثال2: وَاَسِرُّوۡا قَوۡلَكُمۡ اَوِ اجۡهَرُوۡا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ

الملک:13

ترجمہ: اور تم اپنی بات کو چپکے سے کہو یا بلند آواز سے، بے شک وہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔

[14]: تسخیر: قدرتِ کاملہ (کسی چیز پر مکمل دسترس ہونے) کے اظہار کے لیے۔

مثال1: فَقُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِئِيۡنَ

البقرۃ:65

ترجمہ: تو، ہم نے ان سے کہا: تم ذلیل بندر بن جاؤ۔ (تو وہ بن گئے، یعنی ان پر ہمارا حکم فوراً نافذ ہو گیا)

مثال2: قَالَ اَلۡقِهَا يٰمُوۡسٰى. فَاَلۡقٰهَا فَاِذَا هِىَ حَيَّةٌ تَسۡعٰى

طٰہٰ:19، 20

ترجمہ: فرمایا: اے موسیٰ! اسے نیچے پھینکو، چنانچہ انہوں نے اسے پھینک دیا تو وہ (لاٹھی) فوراً ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گئی۔

[15]: تمنّی: خواہش اور آرزو کے اظہار کے لیے۔

مثال1: رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ

المؤمنون:107

اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال دیجیے، پھر اگر ہم نے دوبارہ وہی کام کیا تو بلاشبہ ہم ظالم ہوں گے۔

مثال2: رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ

الفاطر:37

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے، ہم پہلے کیے گئے اعمال کے برعکس اعمال کریں گے۔

[16]: التماس: گزارش کرنے کے لیے۔

مثال1: قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

الأعراف:14

ترجمہ: وہ (ابلیس) کہنے لگا: مجھے اس دن تک مہلت دے دیجیے جس دن لوگوں کو اٹھایا جائے گا۔

مثال2: قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ

الشعراء:36

ترجمہ: انہوں نے مشورہ دیا کہ اسے اور اس کے بھائی کو انتظار میں رکھیں اور تمام شہروں میں قاصد بھیجیں۔

[17]: مشورہ: رائے دینے کے لیے۔

مثال1: قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ

النمل:32

ترجمہ: وہ کہنے لگی: اے سردارو! تم میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو۔

مثال2: وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا

الاحزاب:13

ترجمہ: اور جب ان میں سے ایک جماعت کہنے لگی: اے یثرب والو! اب تمہارے لیے ڈٹے رہنے کا کوئی موقع نہیں، لہٰذا پلٹ چلو۔

[18]: تکوین: کسی چیز کی تخلیق (وجود میں لانے) کو بیان کرنے کے لیے۔

مثال1: اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ

یٰس:82

ترجمہ: اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرلے تو فقط اتنا کہتا ہے: ہو جا!۔ اور وہ ہو جاتی ہے۔

خاص کی پانچویں بحث

نہی کی تعریف:

هُوَ قَوْلُ الْقَائِلِ لِغَيْرِهٖ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِعْلَاءِ "لَا تَفْعَلْ"

احسن الحواشی: ص130

ترجمہ: بڑا ہونے کی حیثیت سے دوسرے شخص کو کسی کام سے منع کرنا۔ (بڑا ہونا خواہ عمر کے لحاظ سے ہو یا؛ رتبہ اور منصب کے لحاظ سے ہو)۔

فائدہ:

نَہْی کا معنٰی ہے روکنا، اور جس کام سے روکا جائے اسے "مَنْہِی عنہ" کہا جاتا ہے۔

مثال:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا

بنی اسرائیل: 23

ترجمہ: اور زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا، بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی اور بہت بُری راہ ہے۔

حکم:

وَالْمُخْتَارُ: أَنَّ مُوْجَبَهُ التَّحْرِيْمُ

احسن الحواشی: ص130

ترجمہ: مختار (پسندیدہ) قول کے مطابق نہی سے ثابت شدہ حکم "حرمت" ہے۔

یعنی شریعت کی طرف سے کسی کام سے منع کیے جانے کا حقیقی معنٰی یہ ہے کہ وہ کام شریعت کی نگاہ میں حرام ہے۔ اور شرعاً کسی بھی کام سے منع کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کام میں قباحت، شناعت اور نقصان موجود ہے، کیوں کہ حکیم ذات کا کسی کام سے منع کرنا حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

لہٰذا مَنْہی عنہ کے اندر بُرائی، خرابی اور عیب کا پایا جانا ایک بدیہی چیز ہے۔ البتہ بعض مَنْہی عنہ ایسے ہوتے

ہیں جن کی ذات ہی میں قباحت ہوتی ہے اور بعض کے اندر قباحت اس کی ذات میں تو نہیں ہوتی البتہ کسی اور چیز (صفت) کی وجہ سے اس میں قباحت آجاتی ہے۔

مَنْہِی عنہ کی تقسیم صفت کے اعتبار سے:

صفت کے لحاظ سے منہی عنہ کی دو قسمیں ہیں:

1: قبیح لذاتہٖ 2: قبیح لغیرہٖ

قبیح لذاتہٖ کی تعریف:

هُوَ مَا يَكُوْنُ الْقُبْحُ فِيْ ذَاتِ الْمَنْهِيّ عَنْهُ

ترجمہ: ایسا منہی عنہ کہ قباحت وشناعت اس کی ذات کے اندر موجود ہو۔

مثال:

کفر کرنا، شرک کرنا اور زنا کرنا۔ یہ ایسے کام ہیں کہ ان کی قباحت، شناعت اور بُرائی خود ان کی ذات میں موجود ہے، عقلِ سلیم سے ان کا قبیح ہونا واضح ہے۔

قبیح لغیرہٖ کی تعریف:

هُوَ مَا يَكُوْنُ الْقُبْحُ فِيْ غَيْرِ ذَاتِ الْمَنْهِيّ عَنْهُ

ترجمہ: ایسا منہی عنہ کہ قباحت و شناعت اس کی ذات کے اندر موجود نہ ہو، بلکہ کسی وصف کی وجہ سے اس میں قباحت آئی ہو۔

مثال:

عید کے دن روزہ رکھنا اور جمعہ کی اذانِ اوّل کے بعد خرید و فروخت کرنا۔

روزہ رکھنا اور خرید و فروخت کرنا ذاتی طور پر جائز اور مباح ہیں ان میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں۔ اس مثال میں روزے کے اندر قباحت عید کا دن ہونے اور خرید و فروخت میں قباحت جمعہ کی اذان کے بعد ہونے کی وجہ سے آئی ہے۔ آسان الفاظ میں یوں سمجھ لیجیے عید کا دن ہونا اور جمعہ کی اذانِ اوّل کے بعد کا وقت ہونا ایسے وصف ہیں

جن کی وجہ سے روزہ اور تجارت میں قبح پایا گیا ہے۔

اَفعالِ حسیہ اور اَفعالِ شرعیہ کی وضاحت:

مَنْہی عنہ میں سے بعض امور ایسے ہیں کہ جن کے اندر موجود قباحت وشناعت کا علم شریعت سے ہوتا ہے، محض عقل سے ان کا قبیح ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ اور بعض کام ایسے ہیں کہ ان کے اندر موجود قباحت کی معرفت شریعت پر موقوف نہیں ہوتی بلکہ انسان کی عقل اور حِس بھی اس کا ادراک کر لیتی ہے۔یعنی اگر ان افعال کی قباحت شریعت سے معلوم نہ ہوتی تب بھی عقلِ سلیم کے نزدیک وہ قبیح ہوتے۔اس لحاظ سے نہی کی دو قسمیں ہیں:

1:اَلنَّهْيُ عَنِ الْأَفْعَالِ الْحِسِّيَّةِ: حِسی افعال سے نہی

2:اَلنَّهْيُ عَنِ الْأَفْعَالِ الشَّرْعِيَّةِ: شرعی افعال سے نہی

افعالِ حِسّی کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ تُعْرَفُ حِسًّا وَلَا يَتَوَقَّفُ تَحَقُّقُهَا عَلَى الشَّرْعِ كَالزِّنَا وَ شُرْبِ الْخَمْرِ

احسن الحواشی:ص130

ترجمہ: ایسے افعال جن کی قباحت؛حِس سے معلوم ہو جائے، ان کی قباحت کو پہچاننا شریعت پر موقوف نہ ہو، جیسے زنا کرنا اور شراب پینا۔

حکم:

أَنْ يَّكُوْنَ الْمَنْهِيُّ عَنْهُ هُوَ عَيْنُ مَا وَرَدَ عَلَيْهِ النَّهْيُ فَيَكُوْنُ عَيْنُهٗ قَبِيْحًا فَلَا يَكُوْنُ مَشْرُوْعًا اَصْلًا

اصول الشاشی:131

ترجمہ: منہی عنہ بعینہٖ وہی چیز ہو گی جس پر نہی وارد ہوئی ہو، تو اس لحاظ سے اس (منہی عنہ) کی ذات میں قباحت ہو گی، اور اس کے اندر مشروعیت (جواز) کا کوئی امکان نہ ہو گا۔

مثال:

جیسے زنا کرنا اور ظلم کرنا کہ ان کا مفہوم جیسے شریعت کا حکم نازل ہونے سے پہلے تھا شریعت کے حکم کے بعد بھی ویسا ہی ہے، ان کے مفہوم میں کوئی تبدیلی رُونما نہیں ہوئی۔ شریعت کا حکم نازل ہونے سے پہلے بھی عقلِ سلیم

کے نزدیک یہ افعال قبیح و شنیع تھے، اور کسی بھی صورت میں ان کے جائز ہونے کا کوئی امکان نہیں۔

افعالِ شرعیّہ کی تعریف:

مَا يَتَوَقَّفُ حُصُوْلُهٗ وَتَحَقُّقُهٗ عَلَى الشَّرْعِ

النامی علیٰ منتخب الحسامی:109

ترجمہ: ایسے افعال کہ جن کا وجوب اور ثبوت دونوں شریعت پر موقوف ہوں۔

وجوب سے عمل کی شرعی حیثیت مراد ہے اور ثبوت سے اس کی وہ مخصوص صورت اور طریقہ مراد ہے جسے اختیار کر کے اس عمل کو ادا کرنے کا حکم ہے۔

مثال 1:

اَلصَّوْمُ فِيْ يَوْمِ الْعِيْدِ عید کے دن روزہ رکھنا۔

روزہ کی ذات میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ عید کا دن ہونے کی وجہ سے اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ عید کے دن روزہ رکھنا یہ قبیح لذاتہٖ (ذاتی طور پر قبیح) نہیں ہے بلکہ خارجی وصف (عید کا دن ہونے) کی وجہ سے اس میں قباحت آئی ہے، اس لیے اسے "قبیح لغیرہٖ" کہتے ہیں۔

لغت میں روزہ کا معنیٰ محض "اِمساک" (رُکنا) ہے۔ اس میں کوئی تفصیل نہیں کہ کس چیز سے رکنا ہے اور کتنی دیر کے لیے رکنا ہے۔ جب کہ شریعت نے روزہ ادا کرنے کی مخصوص صورت کو واضح کیا ہے کہ صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک تین چیزوں (کھانے، پینے اور جماع) سے رُک جانے کا نام روزہ ہے۔

یعنی محض ان چیزوں سے رک جانا شرعاً روزہ نہیں، بلکہ اس مکمل دورانیہ میں رک جانا روزہ ہے، اور روزہ کی ادائیگی کی یہ صورت شریعت سے معلوم ہوئی ہے، عقل اور حِس سے اس کی معرفت ممکن نہیں۔ تو روزہ کی ادائیگی کا مخصوص طریقہ یہ روزہ کا "ثبوت" ہے اور عید کے دن روزہ کا حرام ہونا اس کا وجوب (شرعی حیثیت) ہے۔

مثال 2:

اَلصَّلٰوةُ فِي الْاَوْقَاتِ الْمَمْنُوْعَةِ ممنوع اوقات میں نماز ادا کرنا۔

نماز کی ذات میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ ممنوع وقت ہونے کی وجہ سے اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

ممنوع وقت میں نماز پڑھنا یہ قبیح لذاتہٖ (ذاتی طور پر قبیح) نہیں ہے بلکہ وصف خارج (ممنوع وقت ہونے) کی وجہ سے قبیح ہے، اس لیے اسے "قبیح لغیرہ" کہتے ہیں۔

لغت میں "صلوٰۃ" کے متعدد معانی آتے ہیں، لیکن مخصوص ارکان کو مخصوص اوقات میں مخصوص طریقے سے ادا کیے جانے والے عمل کو "صلوٰۃ" قرار دینا شریعت سے معلوم ہوا ہے، عقل اور حِس سے اس کا ادراک ممکن نہیں۔ تو نماز کی ادائیگی کا مخصوص طریقہ؛ نماز کا "ثبوت" ہے اور ممنوع اوقات میں اس کی ادائیگی کا حرام ہونا؛ اس کا "وجوب" (شرعی حیثیت) ہے۔

حکم:

يَكُوْنُ الْمَنْهِيُّ عَنْهُ حَسَنًا لِذَاتِهٖ وَقَبِيْحًا لِغَيْرِهٖ وَيَكُوْنُ الْمُبَاشِرُ مُرْتَكِبًا لِلْحَرَامِ لِغَيْرِهٖ

ترجمہ: یہ منہی عنہ اپنی ذات کے لحاظ سے حَسَن مگر کسی خارجی وصف کی وجہ سے قبیح ہوتی ہے۔ اور ایسے ممنوع کام کا ارتکاب کرنے والا حرام لغیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

فائدہ:

صیغۂ نَہْی؛ متعدد معانی کے لیے آتا ہے، لیکن اصل معنٰی حرمت کا ہے۔ یعنی نہی کا اصل حکم یہی ہے کہ وہ حرمت کے لیے آتا ہے۔ لیکن جہاں کوئی قرینہ پایا جائے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس مقام پہ نہی حرمت کے لیے نہیں بلکہ دوسرے کسی معنٰی میں مستعمل ہے تو وہاں قرینہ کے موافق دوسرا معنٰی مراد ہو گا۔

حرمت کے علاوہ صیغۂ نہی کے دیگر معانی:

1: کراہت: ناپسندیدگی کا اظہار کرنے کے لیے۔

مثال:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ

الجمعۃ:9

ترجمہ: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔

2: دعا: کسی ناپسندیدہ وصف سے پناہ مانگنے کے لیے۔

مثال:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا

آل عمران:8

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا۔

3: تأییس: مایوسی کو بیان کرنے کے لیے۔

مثال:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ

التحریم:7

ترجمہ: اے کافرو! آج کے دن معذرتیں پیش مت کرو۔

4: ارشاد: دنیاوی امور میں رہنمائی کے لیے۔

مثال:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

المائدہ:101

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کیا کرو کہ وہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

مشق نمبر 2

سوال 1: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

1: امر کی تعریف کریں۔

2: جمہور علماء کے نزدیک امر کا حکم کیا ہے؟ مثال کے ساتھ تحریر کیجیے۔

3: مامور بہ کسے کہتے ہیں؟ اس کی وضاحت کریں۔

4: مطلق عن الوقت کی تعریف کیجیے۔

5: مقیَّد بالوقت کی تعریف کیجیے۔

6: اداء کامل اور اداء ناقص کے بارے آپ کیا جانتے ہیں؟ مختصر مگر جامع جواب دیجیے۔

7: قضاء کسے کہتے ہیں؟ اس کی تعریف لکھیے۔

8: قضاء کامل اور قضاء ناقص کے بارے آپ کیا جانتے ہیں؟ مختصر مگر جامع جواب دیجیے۔

9: قضاء کامل اور قضاء ناقص کا حکم زیبِ قرطاس کیجیے۔

10: وجوب کے علاوہ صیغۂ امر جن معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے، ان میں سے آٹھ کے صرف نام سپردِ قلم کریں۔

سوال 2: درست جواب پر نشان لگائیں:

1: بڑا ہونے کی حیثیت سے دوسرے شخص کو کسی کام سے منع کرنا:

نفی ہے　　نہی ہے　　استفہام ہے

2: جس کام سے روکا جائے اسے کہا جاتا ہے:

مَنْہِی عنہ　　مامور بہ　　محکوم بہ

3: صفت کے لحاظ سے منہی عنہ کی قسمیں ہیں:

چار　　پانچ　　دو

4: ایسے افعال جن کی قباحت کو پہچاننا صرف شریعت پر موقوف نہ ہو، جیسے زنا کرنا اور شراب پینا، ان افعال کو کہتے ہیں:

افعالِ عقلی　　افعالِ حِسّی　　افعالِ شرعی

5: حرمت کے علاوہ صیغۂ نہی دیگر معانی کے لیے:

استعمال ہوتا ہے　　استعمال نہیں ہوتا　　معلوم نہیں

سوال 3: مناسب اور درست لفظ کے ساتھ خالی جگہ پُر کیجیے:

1: مختار (پسندیدہ) قول کے مطابق نہی سے ثابت شدہ حکم............ہے۔

2: ایسا منہی عنہ کہ قباحت وشناعت اس کی ذات کے اندر موجود ہو اسے............کہتے ہیں۔

3: ایسا منہی عنہ کہ قباحت وشناعت کسی وصف کی وجہ سے اس کے اندر آئی ہو اسے............کہتے ہیں۔

4: عید کے دن روزہ رکھنا یہ............نہیں ہے بلکہ............ہے۔

5: مخصوص ارکان کو مخصوص اوقات میں مخصوص طریقے سے ادا کیے جانے والے عمل کو "صلٰوۃ" قرار دینا ....سے معلوم ہوا ہے............سے اس کا ادراک ممکن نہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی أَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی أَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

فصلِ ثالث

تیسری فصل میں عام، مشترک اور مُؤَوَّل کا تذکرہ ہو گا۔

[2]: وضع کی دوسری قسم؛ عام:

عام کی تعریف:

هُوَ كُلُّ لَفْظٍ يَنْتَظِمُ جَمْعًا مِنَ الْمُسَمَّيَاتِ لَفْظًا أَوْ مَعْنًى

منتخب الحسامی: ص 11

ترجمہ: ہر ایسا لفظ جو اپنے غیر محدود مسمّٰی کے مجموعہ کو لفظاً یا معناً شامل ہو تو وہ عام ہے۔

اسم کہتے ہیں "نام" کو، اور وہ "نام" جس چیز کا ہو اسے "مسمّٰی" کہتے ہیں۔ غیر محدود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ افراد کی تعیین نہ ہو۔ لفظاً شامل ہونے کا معنٰی یہ ہے کہ وہ لفظ اپنے صیغہ کے اندر عموم اور وسعت رکھتا ہو، اور اس لحاظ سے وہ اپنے مسمّٰی کے تمام افراد کو شامل ہو۔ جیسے، اَلْمُسْلِمُوْنَ، اَلْمُؤْمِنُوْنَ، اَلْمَلَائِكَةُ

معناً شامل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عموم اور وسعت خود اس لفظ کے صیغہ میں موجود نہ ہو بلکہ یہ عموم اس کے معنٰی و مفہوم میں موجود ہو، تو اس لحاظ سے لفظ کا معنٰی مسمّٰی کے تمام افراد کے مجموعہ کو شامل ہو۔ جیسے: مَا، مَن

مثال 1:

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ وَ يَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

الاحزاب: 73

ترجمہ: انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں، منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے گا اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں لفظ "المنافقین" تمام منافق مَردوں کو، "المنافقات" تمام منافق عورتوں کو، "المشرکین" تمام مشرک مَردوں کو اور "المشرکات" تمام مشرک عورتوں کو شامل ہے۔ اسی طرح لفظ "المؤمنین"

تمام مومن مَردوں اور "المؤمنات" تمام مومن عورتوں کو شامل ہے۔

مثال2:

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا

آل عمران:97

ترجمہ: اور جو اس (حرم پاک) میں داخل ہوا، امن پا جائے گا۔

اس آیت میں لفظ "مَنْ" عام ہے اور اس میں عمومیت اس کے صیغہ کی وجہ سے نہیں، بلکہ معنیٰ کی وجہ سے ہے۔

مثال3:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

البقرۃ:284

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے، سب اللہ تعالیٰ کا ہے۔

اس آیت میں لفظ "مَا" عام ہے اور اس میں عمومیت اس کے صیغہ کی وجہ سے نہیں، بلکہ معنیٰ کی وجہ سے ہے۔

عام کی اقسام:

عام کی دو قسمیں ہیں:

1: عام مخصوص عنہ البعض   2: عام غیر مخصوص عنہ البعض

[1]: عام مخصوص عنہ البعض کی تعریف:

اَلْعَامُ الَّذِیْ خُصَّ عَنْهُ بَعْضُ أَفْرَادِهٖ

ترجمہ: وہ عام جس کے عمومی حکم سے بعض افراد کو خاص کر لیا جائے۔

مثال:

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا

البقرۃ:275

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا۔

لفظ "البیع" عام ہے، یہ ہر قسم کی بیوعات کو شامل ہے، اس عموم میں سے "رِبا" کو نکال کر الگ کر لیا گیا، اس لیے "ربا" بیوعات میں شامل نہیں۔

حکم:

يَجِبُ الْعَمَلُ بِهِ فِي الْبَاقِيْ مَعَ الْإِحْتِمَالِ

اصول الشاشی: ص18

ترجمہ: عام کے غیر مخصوص افراد پر تخصیص کے احتمال کے ساتھ عمل جائز ہے۔

یعنی عام کے وہ افراد جن کی تخصیص نہیں کی گئی ان پر عمل جائز ہے، البتہ ان میں تخصیص کا احتمال موجود رہے گا، کسی دلیل کی بنیاد پر ان میں تخصیص ہو سکتی ہے۔

[2]: عام غیر مخصوص عنہ البعض کی تعریف:

اَلْعَامُ الَّذِيْ لَمْ يَخُصَّ عَنْهُ بَعْضُ أَفْرَادِهِ

ترجمہ: وہ عام جس کے عمومی حکم سے بعض افراد کو خاص نہ کیا جائے۔

مثال:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

المائدہ: 38

چوری مرد کرے یا عورت؛ اس جرم کی پاداش میں دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ عبرتناک سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے، حکمت والا ہے۔

اس آیت میں کلمہ "مَا" عام غیر مخصوص عنہ البعض ہے۔ یہ ان تمام جرائم کو شامل ہے جو چور کی جانب سے چوری شدہ مال میں پائے گئے ہو جیسے چوری کرنا، مال کا ہلاک ہونا یا مال کو ہلاک کر دینا۔ اس لیے جب چور کا ہاتھ کاٹ جائے تو "مَا" کے عموم کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے مذکورہ بالا تمام جرائم کی طرف سے یہ سزا کفایت کر جائے۔ اس لیے اگر چور سے چوری شدہ مال ضائع ہو جائے یا چور خود ضائع کر دے تو اس کا ہاتھ کٹنے کے بعد اسے اس مال کا ضامن نہیں بنایا جائے گا۔ البتہ اگر چور کے پاس مال موجود ہو تو واپس لے کر مالک کو دیا جائے گا۔

حکم:

إِنَّهٗ يَلْزَمُ الْعَمَلُ بِهٖ لَا مُحَالَةَ مِثْلَ الْخَاصِ

ترجمہ: خاص کے حکم کی طرح عام کے حکم پر بھی ہر حال میں عمل کرنا لازم ہے۔

[3]: وضع کی تیسری قسم؛ مشترک:

مشترک کی تعریف:

مَا وُضِعَ لِمَعْنَيَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ أَوْ لِمَعَانٍ مُخْتَلِفَةِ الْحَقَائِقِ

اصول الشاشی ص:44

ترجمہ: ایسا لفظ جس کو دو یا دو سے زائد مختلف معانی پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہو۔

مثال:

وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ

البقرۃ:228

ترجمہ: اور مطلقہ خواتین؛ تین ماہواریوں تک خود کو روکے رکھیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس خاتون کو طلاق ہو جائے، وہ اپنی عدت تین " قُرُوْٓءٍ "تک مکمل کرے، یعنی وہ تین " قُرُوْٓءٍ "تک انتظار کرے، اپنی عدت مکمل کرے، اس کے بعد وہ دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ لفظ " قُرُوْٓءٍ "جمع ہے "قَرْءٌ" کی اور یہ لفظ مشترک ہے کہ اس کا معنٰی حیض بھی ہے اور طُہر بھی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مقام پہ "قَرْءٌ" سے حیض مراد لیا جائے یا طہر؟ حیض مراد لینے کی صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ مطلّقہ خاتون کی عدت تین حیض ہے اور طُہر مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ مطلّقہ خاتون کی عدت تین طُہر ہیں۔

سید الفقہاء، سراج الاُمّہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے "قَرْءٌ" سے حیض مراد لیا ہے، وجہ یہ ہے کہ لفظ "قُرُوْٓءٍ" سے پہلے لفظ "ثَلٰثَةَ" ایک خاص عدد ہے کہ اس کی مراد بالکل واضح ہے، یعنی ایسا مخصوص عدد جو چار سے کم اور دو سے زیادہ ہو اسے "ثَلٰثَةَ" کہتے ہیں اور "ثَلٰثَةَ" کا تقاضا تبھی پورا ہو گا جب "قَرْءٌ" سے حیض مراد ہو، طہر مراد ہو تو پھر نص کے تقاضا پر پوری طرح عمل ممکن نہیں۔

کیونکہ طلاق کا مشروع وقت حالتِ طہر ہے حالتِ حیض نہیں۔ حالتِ طہر میں طلاق ہونے پر وہ خاتون اگلے تین حیض مکمل کرے گی تو لفظ ثَلٰثَۃَ کا تقاضا بھی پورا ہو جائے گا اور عدت بھی مکمل ہو جائے گی۔ اگر قَرْءٌ سے طہر مراد لیں تو ثَلٰثَۃَ کے تقاضا پر عمل نہیں ہو سکے گا، کیونکہ عدت مکمل تین نہیں رہے گی بلکہ تین سے کم یا زیادہ ہو جائے گی۔ جس طہر میں طلاق واقع ہوئی اسے شمار کریں تو عدت تین طہر سے کم ہو جائے گی، اور شمار نہ کریں تو عدت تین طہر سے زیادہ ہو جائے گی۔ لہٰذا قُرُوْٓءٍ کا معنیٰ حیض کرنا ضروری ہے تا کہ نص کے تقاضا کے خلاف لازم نہ آئے۔

حکم:

إِذَا تَعَيَّنَ الْوَاحِدُ مُرَادًا بِهٖ سَقَطَ اِعْتِبَارُ إِرَادَةِ غيرِهٖ

اصول الشاشی:44

ترجمہ: لفظ مشترک کا کوئی ایک معنیٰ جب متعین ہو جائے تو پھر دوسرے معنیٰ کا اعتبار نہیں ہو گا۔

[4]: وضع کی چوتھی قسم؛ مُؤَوَّل:

مؤَوَّل کی تعریف:

هُوَ مَا تَرَجَّحَ مِنَ الْمُشْتَرَكِ بَعْضُ وُجُوْهِهٖ بِغَالِبِ رَأْيٍ

منتخب الحسامی ص:20

ترجمہ: لفظ کے مشترک معانی میں سے کسی ایک کو ظنِ غالب کی بنیاد پر ترجیح دی جائے تو وہ لفظ مؤَوَّل کہلاتا ہے۔

مثال:

لفظ "قُرُوْٓءٍ" مشترک ہے، اس کا معنیٰ حیض اور طہر دونوں ہیں۔ لیکن جب مجتہد نے غور و فکر کر کے ایک معنیٰ یعنی حیض کو ترجیح دے دی تو اب "قُرُوْٓءٍ" کا معنیٰ حیض ہی متعین ہو گیا، اب دوسرے معنیٰ کا اعتبار نہیں ہو گا۔

حکم:

اَلْعَمَلُ بِهٖ عَلٰى اِحْتِمَالِ الْغَلَطِ

منتخب الحسامی:20

ترجمہ: خطا کے احتمال کے ساتھ اس پر عمل کرنا لازم ہے۔

فصلِ رابع

چوتھی فصل میں ظاہر، نص، مُفَسَّر اور محکم پر بات ہو گی۔

[2]: نظم کی دوسری تقسیم: ظہور کے اعتبار سے

یعنی لفظ کی اپنے معنٰی پر دلالت اس طرح ظاہر اور واضح ہو کہ اس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہ ہو۔

اگر لفظ کا معنٰی ظاہر ہونے کے ساتھ ساتھ تاویل و تخصیص کا احتمال بھی رکھتا ہو اور اس کا معنٰی ظاہر اور واضح ہونا فقط صیغہ سے معلوم ہو رہا ہو تو یہ "ظاہر" ہے۔ اگر معنٰی کی وضاحت اور اس کا ظہور صرف صیغہ سے معلوم نہ ہو رہا ہو بلکہ لفظ کو ہی اس مقصد کے لیے لایا گیا ہو تو یہ "نص" ہے۔ اگر لفظ کا معنٰی تاویل و تخصیص کا احتمال نہ رکھتا ہو مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس معنٰی میں نسخ قبول کرنے کا یعنی منسوخ ہو جانے کا امکان بھی موجود ہو تو وہ "مفسر" ہے، اگر نسخ قبول کرنے کا امکان موجود نہ ہو تو وہ "محکم" ہے۔

ظہورِ معنٰی کے اعتبار سے لفظ کی چار اقسام یہ ہیں:

1: ظاہر　　2: نص

3: مفسَّر　　4: مُحکم

[1]: ظاہر کی تعریف:

اِسْمٌ لِكُلِّ كَلَامٍ ظَهَرَ الْمُرَادُ بِهٖ لِلسَّامِعِ بِنَفْسِ السَّمَاعِ مِنْ غَيْرِ تَأَمُّلٍ

اصول الشاشی: ص68

ترجمہ: ظاہر وہ ہے کہ جس کی مراد بالکل واضح ہو کہ سننے والے کو غور و فکر کے بغیر محض سننے ہی سے سمجھ میں آ جائے۔

مثال:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ

النساء: 3

ترجمہ: تو ان عورتوں سے نکاح کر لو جو تمہیں پسند ہوں۔

یہ آیتِ کریمہ نکاح کے جواز کو بتلانے میں ظاہر ہے۔

حکم:

وُجُوْبُ الْعَمَلِ بِهٖ عَامًّا كَانَ أَوْ خَاصًّا

اصول الشاشی: ص70

ترجمہ: ظاہر کے حکم پر عمل کرنا واجب ہے، یہ حکم خواہ عام لفظ سے ثابت ہو یا خاص لفظ سے ثابت ہو۔

فَانْكِحُوْا میں نکاح کے جواز کا حکم "ظاہر" ہے، یہ حکم لفظ "نکاح" سے معلوم ہو رہا ہے اور لفظ نکاح "عام" ہے۔

[2]: نص کی تعریف:

مَاسِيْقَ الْكَلَامُ لِأَجْلِهٖ

اصول الشاشی: ص67

ترجمہ: نص وہ ہے کہ جس کی وجہ سے کلام کو لایا گیا ہو۔

یعنی نص میں معنیٰ ظاہر سے بھی زیادہ واضح ہوتا ہے، کیوں کہ یہی معنیٰ کلام کا مقصود ہوتا ہے۔

مثال:

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰو

البقرۃ: 275

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا۔

اس آیتِ کریمہ میں دو چیزوں کا بیان ہے:

1: بیع اور سود کے درمیان فرق بتلانا۔

2: بیع کی حلت اور سود کی حرمت کو واضح کرنا۔

پہلے معنیٰ کے لحاظ سے یہ کلام نص ہے، کیوں کہ یہی کلام کا مقصود ہے، اور دوسرے معنیٰ کے لحاظ سے یہ کلام ظاہر ہے کیوں کہ یہ معنیٰ بلا تأمّل خود بخود سمجھ آ رہا ہے۔

حکم:

وُجُوْبُ الْعَمَلِ بِهٖ عَامًّا كَانَ أَوْ خَاصًّا

اصول الشاشی: ص70

ترجمہ: نص کے حکم پر عمل کرنا واجب ہے، یہ حکم خواہ عام لفظ سے ثابت ہو یا خاص لفظ سے ثابت ہو۔

فائدہ:

نص اور ظاہر کا حکم یکساں ہے، دونوں کے حکم میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ دونوں کی تعریف میں ذرا فرق ہے کہ ظاہر میں معنیٰ قدرے کم واضح ہوتا ہے کہ کلام کو اس غرض سے نہیں لایا جاتا اور نص میں معنیٰ زیادہ واضح ہوتا ہے کہ کلام سے مقصود بھی اسی معنیٰ کی وضاحت ہوتی ہے۔

[3]: مفسر کی تعریف:

مَا ظَهَرَ الْمُرَادُ بِهٖ مِنَ اللَّفْظِ بِبَيَانٍ مِنْ قِبَلِ الْمُتَكَلِّمِ بِحَيْثُ لَا يَبْقٰى مَعَهٗ اِحْتِمَالُ التَّأْوِيْلِ وَالتَّخْصِيْصِ

اصول الشاشی: ص72

ترجمہ: مفسَّر وہ ہے جس کی مراد متکلم کے بیان سے واضح ہو اس طور پر کہ اس میں تاویل و تخصیص کا احتمال نہ ہو۔

مثال:

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ

ص:73

ترجمہ: چنانچہ سارے کے سارے فرشتوں نے یکبار گی سجدہ کیا۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ فرمایا تو اس میں یہ احتمال رہا کہ شاید تمام فرشتوں نے سجدہ نہ کیا ہو، اس احتمال کو ختم کرنے کے لیے كُلُّهُمْ لایا گیا کہ تمام ملائکہ نے سجدہ کیا۔ پھر احتمال باقی رہا کہ شاید سب نے ایک ساتھ نہ کیا ہو الگ الگ کیا ہو، تو اس احتمال کو اَجْمَعُوْنَ نے آکر ختم کر دیا کہ سب نے یکبار گی سجدہ کیا۔ اب اس آیت میں کسی تاویل و تخصیص کی گنجائش باقی نہ رہی۔

حکم:

لُزُوْمُ الْعَمَلِ بِهٖ لَا مُحَالَةَ

اصول الشاشی:ص75

ترجمہ: ہر حال میں اس پر عمل کرنا لازم ہے۔

[4]: محکم کی تعریف:

هُوَ مَا ازْدَادَ قُوَّةً عَلَى الْمُفَسَّرِ بِحَيْثُ لَا يَجُوْزُ خِلَافُهٗ أَصْلًا

اصول الشاشی:ص74

ترجمہ: محکم وہ ہے جو ظہورِ معنیٰ میں مفسر سے بڑھ کر ہو اس طور پر کہ اس کی خلاف ورزی بالکل جائز نہ ہو۔

مثال:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

یونس:44

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر ذرا سا بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب کی طرح ظلم سے بھی پاک ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کا کسی پر ظلم نہ کرنا یہ ایک ایسی حقیقت اور ایسا واضح بیان ہے کہ اس کے خلاف ہونا قطعاً ناممکن ہے۔

حکم:

لُزُوْمُ الْعَمَلِ بِهٖ لَا مُحَالَةَ

اصول الشاشی:ص75

ترجمہ: ہر حال میں اس پر عمل کرنا لازم ہے۔

مفسر اور محکم دونوں کا حکم یکساں ہے، دونوں کے حکم میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ محکم میں وضاحت اور ظہور مفسر سے زیادہ ہوتا ہے۔

فصلِ خامس

پانچویں فصل میں خفی، مشکل، مجمل اور مُتَشابہ کا بیان ہو گا۔

[3]: نظم کی تیسری تقسیم؛ خِفاء کے اعتبار سے:

لفظ کی اپنے معنٰی پر دلالت پوشیدہ ہو، ظاہر اور واضح نہ ہو۔

اگر لفظ کا معنٰی مخفی (پوشیدہ) ہو اور اس کا یہ خفا (پوشیدہ ہونا) صیغہ کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو تو یہ "خفی" ہے، اگر معنٰی میں خفا صیغہ کی وجہ سے ہو مگر کلام کے سیاق و سباق میں غور و فکر کرنے سے اس معنٰی تک رسائی ممکن ہو تو یہ "مشکل" ہے۔ اگر غور و فکر کے بعد اس معنٰی تک رسائی ممکن نہ ہو مگر متکلم کی طرف سے اس کی صراحت کی امید ہو تو "مجمل" ہے، اگر صراحت کی توقع نہ ہو تو "مُتَشابہ" ہے۔

خِفا؛ کے اعتبار سے لفظ کی چار اقسام یہ ہیں:

1: خفی 2: مشکل 3: مجمل 4: مُتَشابہ

[1]: خفی کی تعریف:

هُوَ مَا خَفِيَ الْمُرَادُ مِنْهُ بِعَارِضٍ غَيْرِ الصِّيْغَةِ

اصول الشاشی: ص75

ترجمہ: خفی وہ ہے جس کی مراد پوشیدہ ہو اور اس (پوشیدگی) کا سبب لفظ نہ ہو بلکہ کوئی خارجی چیز ہو۔

مثال:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا

المائدۃ: 38

ترجمہ: چوری مرد کرے یا عورت؛ اس جرم کی پاداش میں دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

سَرَقَۃٌ چوری کو کہتے ہیں اور چوری کے مفہوم میں کسی قسم کا کوئی خفا نہیں، اس کا معنٰی بالکل واضح ہے، اس لیے چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹے جانے میں یہ آیت ظاہر ہے۔ البتہ طَرَّار

(جیب تراش) اور نبّاش (کفن چور) سارق کے مفہوم میں داخل ہیں یا نہیں؛ اس بارے میں آیت میں خفا پایا جاتا ہے۔

غور و فکر کے بعد معلوم ہوا کہ طَرّار میں سرقہ کا مفہوم چور سے زیادہ پایا جاتا ہے اس لیے دلالۃ النص سے سرقہ کے حکم میں طَرّار بھی شامل ہو گا۔ اور نبّاش میں سرقہ کا مفہوم چور سے کم پایا جاتا ہے، اس لیے سرقہ کے حکم میں یہ شامل نہیں ہو گا۔ کیونکہ سرقہ کا مفہوم میں مالِ محفوظ کو چرانا شامل ہے اور کفن چور، مالِ محفوظ کو نہیں بلکہ غیر محفوظ مال کو چراتا ہے۔

حکم:

وُجُوْبُ الطَّلَبِ حَتّٰى يَزُوْلَ عَنْهُ الْخِفَاءُ

اصول الشاشی: ص76

ترجمہ: خفاء کو دور کرنے کے لیے معنیٰ میں غور و فکر کرنا لازم ہے۔

جیسا کہ سرقہ کے مفہوم میں تأمّل کے بعد معلوم ہوا کہ طَرّار سرقہ کے حکم میں داخل ہے جب کہ نبّاش داخل نہیں۔

[2]: مشکل کی تعریف:

هُوَ مَا ازْدَادَ خِفَاءً عَلَى الْخَفِيِّ

اصول الشاشی: ص76

ترجمہ: مشکل وہ ہے کہ جس میں خفا اور پوشیدگی خفی سے زیادہ ہو۔ (خفی کے مفہوم میں پوشیدگی کم درجہ کی ہوتی ہے جب کہ مشکل میں زیادہ درجہ کی ہوتی ہے)

مثال:

قَوَارِيْرَ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا

الدھر: 16

ترجمہ: شیشے بھی چاندی کے، جنہیں بھرنے والوں نے توازن کے ساتھ بھرا ہو گا۔

قَوَارِيْر یہ قَارُوْرَةٌ کی جمع ہے اور اس کا معنیٰ ہے شیشہ۔ جنت میں چاندی کے شیشے ہوں گے، اس سے کیا

مراد ہے؟ اس میں بہت زیادہ خفا ہے۔ اس خفا کو دور کرنے کے لیے غور و فکر ہوا تو یہ مراد معلوم ہوئی کہ چاندی کے شیشے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں موجود چاندی کے برتن اپنی نظافت، نزاکت، شفافیت، عمدگی اور سفیدی میں، اسی طرح چمک دار، اُجلے اور صاف ستھرے ہونے میں شیشے کی طرح ہوں گے۔

حکم:

اِعْتِقَادُ الْحَقِّيَّةِ وَالتَّأَمُّلُ لِإِزَالَةِ الْخِفَاءِ وَ وُجُوْبُ الْعَمَلِ بِهٖ بَعْدَ إِزَالَةِ الْخِفَاءِ

ترجمہ: مشکل کے برحق ہونے کا یقین رکھنا، اس کے خفا کو دور کرنے کے لیے تامّل کرنا اور مراد واضح ہو جانے کے بعد اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

[3]: مجمل کی تعریف:

هُوَ مَا احْتَمَلَ وُجُوْهًا فَصَارَ بِحَالٍ لَا يُوْقَفُ عَلَى الْمُرَادِ بِهٖ إِلَّا بِبَيَانٍ مِنْ قِبَلِ الْمُتَكَلِّمِ

اصول الشاشی: ص77

ترجمہ: مجمل وہ ہے جس کے معانی میں متعدد احتمال ہوں، اس لیے متکلم کی طرف سے وضاحت و صراحت کے بعد ہی اس کی مراد سے واقفیت ہو سکتی ہو۔

مثال:

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ

البقرۃ: 110

ترجمہ: اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

اس آیتِ کریمہ میں نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم تو دیا گیا ہے، لیکن طریقۂ کار، شرائط، ارکان و آداب کی تفصیل مذکور نہیں، اور ہم غور و فکر اور تامل سے ان کو معلوم بھی نہیں کر سکتے، اس لیے یہ مجمل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقوال و افعال سے اس اِجمال و اِبہام کو دور فرمایا تو اب یہ مجمل نہ رہا بلکہ مفسَّر بن گیا۔

حکم:

اِعْتِقَادُ الْحَقِّيَّةِ وَالتَّوَقُّفُ قَبْلَ بَيَانِ الشَّارِعِ وَ وُجُوْبُ الْعَمَلِ بَعْدَهٗ

ترجمہ: مجمل کی حقانیت کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے اور شارع کی طرف سے وضاحت سے قبل توقُّف اختیار کرنا اور وضاحت کے بعد عمل کرنا واجب ہے۔

[4]:متَشابہ کی تعریف:

هُوَ مَا لَا طَرِيْقَ لِدَرْكِهٖ أَصْلًا حَتّٰى سَقَطَ طَلَبُهٗ

منتخب الحسامی ص:24

ترجمہ: متَشابہ وہ ہے کہ جس کی مراد تک پہنچنا کسی طریقہ سے ممکن نہ ہو، اس لیے اس میں تامّل کی حاجت نہیں۔

مثال:

حروف مُقطّعات: الٓمّٓ کٓھٰیٰعٓصٓ یٰسٓ

تمام حروف مقطعات متَشابہات میں سے ہیں۔ ان کی مراد تک رسائی امت کے لیے ممکن نہیں۔

حکم:

اَلتَّوَقُّفُ فِيْهِ أَبَدًا عَلٰى اِعْتِقَادِ حَقِّيَّةِ الْمُرَادِ بِهٖ

منتخب الحسامی: ص28

ترجمہ: متَشابہ کی حقانیت پر اعتقاد رکھتے ہوئے اس کی مراد کے بارے میں ہمیشہ کے لیے توقف اختیار کرنا واجب ہے۔

فائدہ:

نظم کی تیسری قسم کی یہ چار اقسام (خفی، مشکل، مجمل، متَشابہ) نظم کی دوسری قسم کی اِن چار اقسام (ظاہر، نص، مفسر، محکم) کے متقابلات کہلاتے ہیں، ان میں سے ظاہر کے مقابل خفی، نص کے مقابل مشکل، مفسر کے مقابل مجمل اور محکم کے مقابل متَشابہ ہے۔

بعض حضرات ان چار متقابلات (خفی، مشکل، مجمل، متَشابہ) کو الگ سے نظم کی قسم شمار نہیں کرتے، اس لیے وہ نظم کو سولہ اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔

فصلِ سادس

چھٹی فصل میں حقیقت، مجاز، صریح اور کنایہ پر گفتگو ہو گی۔

[4]: نظم کی چوتھی تقسیم؛ لفظ کے استعمال ہونے کے لحاظ سے:

یعنی لفظ کا استعمال کس معنٰی کے لیے ہے؟ اپنے معنٰی موضوع لَہٗ کے لیے ہے یا معنٰی موضوع لَہٗ کے غیر کے لیے ہے۔ معنٰی موضوع لَہٗ کا مطلب ایسا معنٰی جس کے لیے لفظ کو وضع کیا گیا ہو۔ اور معنٰی غیر موضوع لَہٗ کا مطلب ایسا معنٰی جس کے لیے لفظ کو وضع نہ کیا گیا ہو۔

لفظ اگر اپنے معنٰی موضوع لَہ میں استعمال ہو تو "حقیقت" ہے، اگر معنٰی موضوع لَہ کے علاوہ کسی اور معنٰی کے لیے مستعمل ہو تو "مجاز" ہے۔ پھر حقیقت اور مجاز میں سے ہر ایک کا معنٰی اگر بالکل واضح ہو تو "صریح" ہے اگر معنٰی واضح نہ ہو بلکہ مستور (چھپا ہوا) ہو تو وہ "کنایہ" ہے۔ استعمال کے لحاظ سے لفظ کی چار اقسام یہ ہیں:

1: حقیقت 2: مجاز 3: صریح 4: کنایہ

[1]: حقیقت کی تعریف:

اِسْمٌ لِکُلِّ لَفْظٍ أُرِیْدَ بِهٖ مَا وُضِعَ لَهٗ

منتخب الحسامی: ص29

ترجمہ: حقیقت ہر ایسے لفظ کو کہتے ہیں جسے بول کر اس کا معنٰی موضوع لہ مراد لیا جائے۔

مثال:

اَسَدٌ۔ اسد کا معنٰی شیر ہے، اگر یہ لفظ بول کر مخصوص درندہ مراد لیا جائے تو یہ حقیقت ہے، اگر اسد بول کر بہادر آدمی مراد لیا جائے تو یہ خلافِ حقیقت (مجاز) ہے۔

حکم:

وُجُوْدُ مَا وُضِعَ لَهٗ أَمْرًا کَانَ أَوْ نَهْیًا، خَاصًّا کَانَ أَوْ عَامًّا

اصول السرخسی: ص134

ترجمہ: جس معنٰی کے لیے لفظ کو وضع کیا گیا ہے اس معنٰی کا پایا جانا ضروری ہے، خواہ وہ امر کی صورت میں ہو یا نہی کی صورت میں، خاص کی صورت میں ہو یا عام کی صورت میں۔

حقیقت کی اقسام وضع کے اعتبار سے:

وضع کے اختلاف سے حقیقت کی یہ چار اقسام ہیں:

1: حقیقت شرعی:

شریعت کی وضع کے موافق لفظ مستعمل ہو تو اسے حقیقتِ شرعیہ کہتے ہیں، جیسے صوم و حج کہ ان سے عباداتِ مخصوصہ مراد لینا لغوی اعتبار سے نہیں بلکہ شرعی لحاظ سے ہے۔

2: حقیقت لغوی:

اہلِ لغت کی وضع کے موافق لفظ مستعمل ہو تو اسے حقیقتِ لغویہ کہتے ہیں، جیسے شمس کا معنٰی سورج اور قمر کا معنٰی چاند۔

3: حقیقت اصطلاحی:

کسی خاص فن یا خاص طبقہ کی وضع کے مطابق لفظ مستعمل ہو تو اسے حقیقتِ اصطلاحیہ کہتے ہیں، جیسے کلمہ کہ اہلِ نحو کے ہاں اس سے مراد ایسا لفظ ہے جس کو مفرد معنٰی کے لیے وضع کیا گیا ہو اور اہلِ عقائد کے ہاں اس سے مراد کلمہ طیبہ (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) ہے۔

4: حقیقت عرفی:

لوگوں کے عرف اور عادت کے مطابق لفظ مستعمل ہو تو اسے حقیقتِ عرفیہ کہتے ہیں، جیسے دابّۃ کہ زمین پر چلنے والے ہر جان دار کو کہتے ہیں، مگر لوگوں کے عرف میں دابّۃ چوپایوں (چار پاؤں والے جانوروں) کو کہا جاتا ہے۔

حقیقت کی اقسام؛ استعمال کے اعتبار سے:

حقیقی معنٰی کے استعمال ہونے یا نہ ہونے کے لحاظ سے حقیقت کی یہ تین قسمیں ہیں:

1: حقیقتِ مُتَعذِّرہ 2: حقیقتِ مَہجُورہ 3: حقیقتِ مُستَعْمَلہ

[1]: حقیقت متعذرہ کی تعریف:

هِيَ مَا لَا يُتَوَصَّلُ إِلَيْهَا إِلَّا بِمَشَقَّةٍ

احسن الحواشی: ص53

ترجمہ: ایسی حقیقت جس تک رسائی / جس کو مراد لینا انتہائی مشقت اور شدید دشواری کے بغیر ممکن نہ ہو۔

مثال: کوئی شخص پھل دار درخت کے بارے میں قسم کھا کر کہے کہ میں یہ درخت نہیں کھاؤں گا تو اس سے درخت کا پھل مراد ہو گا، کیوں کہ خود درخت کو کھانا نہایت دشوار اور انتہائی مشکل ہے۔ لہٰذا اس درخت کی ٹہنی یا پتے کھانے سے حانث نہ ہو گا بلکہ اس کا پھل کھانے کی صورت میں حانث ہو گا۔

[2]: حقیقت مہجورہ کی تعریف:

هِيَ مَا تَيَسَّرَ الْوُصُوْلُ إِلَيْهَا لٰكِنَّ النَّاسَ تَرَكُوْهَا

احسن الحواشی: ص54

ترجمہ: ایسی حقیقت جس تک رسائی / جس کو مراد لینا ممکن تو ہو مگر لوگوں نے اسے ترک کر دیا ہو۔

مثال:

کوئی شخص قسم اٹھائے کہ میں فلاں کے گھر میں پاؤں نہیں رکھوں گا تو اس سے اس گھر میں داخل ہونا مراد ہو گا۔ کیوں کہ پاؤں رکھنے کا حقیقی معنیٰ یہ ہے کہ صرف پاؤں ہی گھر میں رکھے جائیں اور جسم کا باقی حصہ باہر ہو، اس لیے صرف پاؤں رکھنا مراد نہیں بلکہ داخل ہونا مراد ہے۔ لہٰذا اگر اس صورت میں صرف قدم گھر میں رکھے اور باقی جسم باہر ہو تو حانث نہ ہو گا۔

[3]: حقیقت مستعملہ کی تعریف:

هِيَ مَا كَانَ الْاِسْتِعْمَالُ فِيْهَا غَالِبًا عِنْدَ النَّاسِ

احسن الحواشی: ص54

ترجمہ: ایسی حقیقت کہ جس کا استعمال لوگوں کے ہاں غالب واکثر ہو۔

مثال: اگر کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ میں اس کنویں سے پانی نہیں پیوں گا، تو اس سے کسی برتن وغیرہ میں اس

کنویں کا پانی پینا مراد ہو گا اور برتن میں وہ پانی پینے کی صورت میں حانث ہو جائے گا، کیوں کہ کنویں سے پانی پینے کی یہی صورت مستعمل ہے۔ لیکن اگر یہ شخص کسی طرح مشقت و دقّت اٹھا کر کنویں کا پانی برتن کے بغیر منہ لگا کر پی لے تو اس سے حانث نہ ہو گا، کیوں کہ کنویں سے پانی پینے کی یہ صورت مستعمل نہیں ہے۔

[2]: مجاز کی تعریف:

اِسْمٌ لِكُلِّ لَفْظٍ أُرِيْدَ بِهٖ غَيْرُ مَا وُضِعَ لَهٗ

منتخب الحسامی ص:30

ترجمہ: مجاز ہر ایسے لفظ کو کہتے ہیں جسے بول کر اس کا معنٰی غیر موضوع لہ مراد لیا جائے۔

مثال:

اَسَدٌ؛ اسد کا معنٰی شیر ہے، اسد بول کر بہادر آدمی مراد لیا جائے تو مجاز ہے۔

حکم:

وُجُوْدُ مَا اسْتُعِيْرَ لِأَجْلِهٖ كَمَا هُوَ حُكْمُ الْحَقِيْقَةِ خَاصًّا كَانَ أَوْ عَامًّا

اصول السرخسی: ص134

ترجمہ: حقیقت کے حکم کی طرح مجاز کا حکم بھی یہی ہے کہ وہ وجہ ضرور پائی جائے جس کی بناء پر مجازی معنٰی مراد لیا گیا ہے، خواہ وہ معنٰی خاص کی صورت میں ہو یا عام کی صورت ہو۔

یعنی متکلم کی وضاحت یا کوئی قرینہ ضرور موجود ہو جو یہ بتلائے کہ اس مقام میں مجازی معنٰی مراد ہے حقیقی نہیں۔

[3]: صریح کی تعریف:

هُوَ لَفْظٌ يَكُوْنُ الْمُرَادُ بِهٖ ظَاهِرًا

اصول الشاشی: ص64

ترجمہ: صریح ایسا لفظ ہے جس کی مراد بالکل واضح ہو۔

مثال:

اَلْأَكْلُ وَ الشُّرْبُ؛ کھانا اور پینا۔ ان کی مراد بالکل واضح ہے، یہ اپنے معنٰی پر دلالت کرنے میں صریح ہیں۔

حکم:

يُوْجِبُ ثُبُوْتَ مَعْنَاهُ بِأَيِّ طَرِيْقٍ كَانَ مِنْ إِخْبَارٍ أَوْ نَعْتٍ أَوْ نِدَاءٍ وَأَنَّهُ يَسْتَغْنِيْ عَنِ النِّيَّةِ

اصول الشاشی: ص64

ترجمہ: صریح اپنے معنیٰ کو لازمی طور پر ثابت کرتا ہے، خواہ خبر دینے کے طریقے سے ہو یا صفت اور نداء کے طریقے سے ہو، اور صریح؛ نیت کا محتاج نہیں ہوتا۔

[4]: کنایہ کی تعریف:

هِيَ مَا يَكُوْنُ الْمُرَادُ بِهِ مَسْتُوْرًا إِلٰى أَنْ يَّتَبَيَّنَ بِالدَّلِيْلِ

اصول السرخسی: ص147

ترجمہ: کنایہ وہ ہے کہ جس کی مراد پوشیدہ رہے یہاں تک کہ کسی دلیل سے وہ واضح ہو جائے۔

مثال:

فُلَانٌ كَثِيْرُ الرَّمَادِ (فلاں شخص زیادہ راکھ والا ہے۔)

مطلب یہ کہ اس کے پاس مہمان کثرت سے آتے ہیں، اس لیے کھانا زیادہ پکتا ہے، زیادہ کھانا پکنے پر آگ زیادہ جلتی ہے اور زیادہ آگ کی وجہ سے لکڑیاں زیادہ جلائی جاتی ہیں، تو اس طرح راکھ زیادہ بن جاتی ہے، اور راکھ زیادہ اس لیے بنتی ہے کہ وہ سخی زیادہ ہے۔ تو کثیر الرماد بول کر سخاوت مراد لینا کنایہ ہے۔

حکم:

أَنَّ الْحُكْمَ لَا يَثْبُتُ إِلَّا بِالنِّيَّةِ أَوْ مَا يَقُوْمُ مُقَامَهَا مِنْ دَلَالَةِ الْحَالِ

اصول السرخَسی: ص147

ترجمہ: نیت یا اس کے قائم مقام کسی دلالتِ حال کے بغیر کنایہ کا حکم ثابت نہیں ہوتا۔

شوہر اپنی بیوی کو طلاق کی نیت سے یا دلالتِ حال (مذاکرۂ طلاق یا حالتِ غضب) میں یہ جملہ کہے: "حَبْلُكِ عَلٰى رَقَبَتِكِ" کہ تیری رسی تیری گردن پر ہے، تو یہ جملہ طلاق سے کنایہ ہو گا اور اس سے طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی۔ لیکن اگر نیت یا دلالتِ حال میں سے کوئی چیز نہ ہو تو پھر اس سے کنایۃً طلاق ثابت نہ ہو گی۔

فصلِ سابع

ساتویں فصل میں عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص کا بیان ہو گا۔

[5]: نظم کی پانچویں تقسیم: کیفیتِ دلالت کے لحاظ سے

یعنی لفظ جس معنیٰ میں مستعمل ہے، اس معنیٰ پر اس کی دلالت کتنے طریقوں سے کس طرز پر ہوتی ہے۔

اگر لفظ کے ذریعے دلیل پیش کی جائے اور اس لفظ کو معنیٰ پر دلالت کرنے کے لیے قصداً ذکر کیا جائے تو یہ "عبارۃ النص" ہے، اگر قصداً لفظ نہ لایا جائے تو یہ "اشارۃ النص" ہے۔ اگر لفظ کے ذریعے نہیں بلکہ اس کے معنی کے ذریعے دلیل پیش کی جائے اور اس لفظ کا وہ معنیٰ لغت کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہو تو یہ "دلالۃ النص" ہے، اگر وہ معنیٰ لغت کے ذریعے تو نہ سمجھا جائے مگر اس کی صحت اور درستی شریعت یا عقل پر موقوف ہو تو یہ "اقتضاء النص" ہے۔

کیفیتِ دلالت کے لحاظ سے لفظ کی چار اقسام یہ ہیں:

1: عبارۃ النص 2: اشارۃ النص 3: دلالۃ النص 4: اقتضاء النص

[1]: عبارۃ النص کی تعریف:

مَاسِيْقَ الْكَلَامُ لَهٗ وَأُرِيْدَ بِهٖ قَصْدًا

منتخب الحسامی: ص48

ترجمہ: جس معنیٰ پر دلالت کرنے کے لیے کلام کو قصداً اور ارادۃً لایا جائے وہ عبارۃ النص ہے۔

مثال:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

البقرۃ: 233

ترجمہ: اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور لباس دستور کے مطابق بچے کے باپ پر ہو گا۔

اس آیت میں یہ بتانا کہ بچے کے باپ پر دودھ پلانے والی کی اجرت واجب ہے، یہ حکم عبارۃ النص سے ثابت ہے۔

حکم:

يَثْبُتُ الْحُكْمُ بِهَا قَطْعًا إِذَا تَخَلَّتْ عَنِ الْعَوَارِضِ الْخَارِجِيَّةِ

ترجمہ: عبارۃ النص سے حکم قطعی طور پر تب ثابت ہوتا ہے جب وہ خارجی عارض سے خالی ہو۔

لیکن اگر عبارۃ النص کی اپنی حیثیت قطعیت والی نہ ہو، مثلاً وہ خبر واحد ہو تو اس صورت میں اس کا حکم بھی قطعی نہ ہو گا۔

[2]: اشارۃ النص کی تعریف:

مَا ثَبَتَ بِالنَّظْمِ وَمَا سِيْقَ الْكَلَامُ لَهٗ

منتخب الحسامی: ص49

ترجمہ: ایسا معنیٰ جو لفظ سے ثابت ہو، اس کے لیے کلام کو قصداً نہ لایا گیا ہو۔

مثال:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

البقرۃ: 233

ترجمہ: اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور لباس دستور کے مطابق بچے کے باپ پر ہو گا۔

اس آیت میں بچے کے والد کو "مَوْلُوْد لَهٗ" کہا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ بچے کا نسب ہمیشہ باپ سے ثابت ہو گا، یہ حکم اشارۃ النص سے ثابت ہے۔

حکم:

يَثْبُتُ الْحُكْمُ بِهَا قَطْعًا إِذَا تَخَلَّتْ عَنِ الْعَوَارِضِ الْخَارِجِيَّةِ

ترجمہ: اشارۃ النص سے حکم قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے جب کہ وہ خارجی عارض سے خالی ہو۔ (لیکن اگر اشارۃ النص کی اپنی ذاتی حیثیت قطعیت والی نہ ہو، مثلاً وہ خبر واحد ہو تو اس صورت میں اس کا حکم بھی قطعی نہ ہو گا۔)

فائدہ: عبارۃ النص اور اشارۃ النص دونوں کا حکم یکساں ہے، البتہ اگر دونوں میں تعارض پیش آ جائے تو عبارۃ النص کو ترجیح حاصل ہو گی۔

[3]: دلالۃ النص کی تعریف:

مَا ثَبَتَ بِمَعْنَى النَّصِّ لُغَةً لَا اِسْتِنْبَاطًا بِالرَّأْيِ

منتخب الحسامی: ص55

ترجمہ: وہ حکم جو نص کے معنٰی سے لغت کے طور پر ثابت ہو، اجتہاد و استنباط کے طریقے سے معلوم نہ ہو۔

مثال:

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا

الاسراء:23

ترجمہ: اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ اگر تیرے پاس ان دونوں (والدین) میں سے کوئی ایک یا دونوں ہی بڑی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہنا اور انہیں جھڑکنا بھی مت، بلکہ ان سے بڑے احترام سے بات کرنا۔

والدین کو اف کہنے اور جھڑکنے کی حرمت تو عبارۃ النص سے ثابت ہے، البتہ ضرب و شتم کی حرمت دلالۃ النص سے ثابت ہے۔

حکم:

عُمُوْمُ الْحُكْمِ الْمَنْصُوْصِ عَلَيْهِ لِعُمُوْمِ عِلَّتِهٖ

اصول الشاشی: ص90

ترجمہ: علت کے پائے جانے کی صورت میں منصوص علیہ والا حکم بھی پایا جائے گا۔

جیسے کلمہ اُف یہ منصوص ہے اور اس کی علت ایذاء ہے، لہٰذا جو بھی چیز ایذاء کا سبب ہو گی وہ اس حرمت والے حکم میں داخل ہو گی۔

[4]: اقتضاء النص کی تعریف:

أَمَّا الْمُقْتَضٰى فَزِيَادَةٌ عَلَى النَّصِّ ثَبَتَ شَرْطًا لِصِحَّةِ الْمَنْصُوْصِ عَلَيْهِ لِمَا لَمْ يَسْتَغْنِ عَنْهُ

منتخب الحسامی: ص51

ترجمہ: نص کے معنیٰ میں ایسا اضافہ کرنا جس کا نص خود تقاضا کرے کیوں کہ اس اضافہ کے بغیر نص کے معنیٰ کی درستی نہ ہو سکے۔

مثال:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ

المائدۃ:3

ترجمہ: تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، سب حرام ہیں۔

اس نص کے معنیٰ میں ذرا ابہام ہے کہ جو چیزیں حرام کی گئی ہیں ان کو دیکھنا حرام ہے، پھینکنا حرام ہے یا ان کو زمین میں دفن کرنا حرام ہے؟ اس بارے میں نص میں کوئی وضاحت نہیں۔ اس ابہام کو دور کرنے کے لیے ایک ایسے لفظ کا اضافہ ضروری ہے جس سے نص کا معنیٰ درست اور واضح ہو جائے اور خود نص کا تقاضا بھی یہی ہے تاکہ اس کے حکم پر عمل کرنا ممکن ہو۔ تو وہ زائد لفظ "أَكْل" ہے، اب عبارت یوں بنے گی " حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أَكْلُ الْمَيْتَةِ وَ الدَّمِ ..... "کہ تم پر ان چیزوں کو دیکھنا، دفنانا یا پھینکنا حرام نہیں بلکہ ان کو کھانا اور استعمال میں لانا حرام ہے۔

حکم:

يَثْبُتُ (الْحُكْمُ) بِطَرِيْقِ الضُّرُوْرَةِ فَيُقَدَّرُ بِقَدْرِ الضُّرُوْرَةِ

اصول الشاشی: ص96

ترجمہ: اقتضاء النص کا حکم ضرورت کے تحت ثابت ہوتا ہے، اس لیے وہ حکم بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت ہی ثابت ہو گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ
وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ

مشق نمبر 3

سوال 1: درست جواب پر نشان لگائیں:

1: عام کی قسمیں ہیں:

تین دو پانچ

2: عام کے عمومی حکم سے بعض افراد کو خاص نہ کیا جائے تو اسے کہتے ہیں:

عام غیر مخصوص عنہ البعض عام مخصوص عنہ البعض دونوں

3: لفظ کے مشترک معانی میں سے کسی ایک معنیٰ کو ظنّ غالب کی بنیاد پر ترجیح دی جائے تو وہ لفظ کہلاتا ہے:

صریح مشترک مؤوّل

4: جس معنیٰ کی وجہ سے کلام کو لایا گیا ہو اسے کہتے ہیں:

مفسر نص محکم

5: جس کی مراد پوشیدہ ہو اور اس (پوشیدگی) کا سبب لفظ نہ ہو بلکہ کوئی خارجی چیز ہو، اس کا نام ہے:

مشکل مجمل خفی

6: تمام حروف مقطعات کی مراد تک رسائی امت کے لیے ممکن نہیں، کیوں کہ یہ ہوتے ہیں:

مُتَشابہ مشکل کنایہ

7: اہلِ لغت کی وضع کے موافق لفظ مستعمل ہو تو اسے کہتے ہیں:

حقیقتِ شرعیہ حقیقتِ لغویہ حقیقتِ اصطلاحیہ

8: جس معنیٰ پر دلالت کرنے کے لیے کلام کو قصداً اور ارادۃً لایا جائے، اس کا نام ہے:

اشارۃ النص دلالۃ النص عبارۃ النص

سوال 2: مناسب اور درست لفظ کے ساتھ خالی جگہ پُر کیجیے:

1: ہر ایسا لفظ جو اپنے غیر محدود مسمّٰی کے مجموعہ کو لفظاً یا معناً شامل ہو تو وہ...........ہے۔

2: عام کے عمومی حکم سے بعض افراد کو خاص کر لیا جائے تو اسے .... کہتے ہیں۔

3: وہ لفظ جسے دو یا دو سے زائد مختلف معانی پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہو اسے .... کہتے ہیں۔

4: مؤوّل کا حکم یہ ہے کہ خطا کے احتمال کے ساتھ اس پر عمل کرنا .... ہے۔

5: .... وہ ہے جو ظہورِ معنٰی میں مفسر سے بڑھ کر ہو بایں طور کہ اس کی خلاف ورزی بالکل جائز نہ ہو۔

6: .... میں سرقہ کا مفہوم چور سے زیادہ پایا جاتا ہے اس لیے دلالۃ النص سے سرقہ کے حکم میں .... بھی شامل ہو گا۔

7: مشکل وہ ہے کہ جس میں خفا اور پوشیدگی .... سے زیادہ ہو۔

8: عبارۃ النص اور اشارۃ النص دونوں کا حکم یکساں ہے، البتہ اگر دونوں میں تعارض پیش آ جائے تو .... کو ترجیح حاصل ہو گی۔

سوال 3: صحیح اور غلط کی نشان دہی کیجیے:

1: عام کے غیر مخصوص افراد پر تخصیص کے احتمال کے ساتھ عمل جائز ہے۔

2: نام کو "مسمّٰی" کہتے ہیں، اور وہ "نام" جس چیز کا ہو اسے "اسم" کہتے ہیں۔

3: خاص کے حکم کی طرح عام کے حکم پر بھی ہر حال میں عمل کرنا لازم ہے۔

4: لفظ مشترک کا کوئی ایک معنٰی جب متعین ہو جائے تو پھر دوسرے معنٰی کا اعتبار نہیں ہو گا۔

5: اگر معنٰی کی وضاحت اور اس کا ظہور صرف صیغہ سے معلوم نہ ہو رہا ہو تو یہ "مفسر" ہے۔

6: چوتھی فصل میں ظاہر، نص، مُفَسَّر اور محکم پر بات ہو گی۔

7: مجاز ہر ایسے لفظ کو کہتے ہیں جسے بول کر اس کا معنٰی موضوع لہ مراد لیا جائے۔

8: نص کے حکم پر عمل کرنا واجب ہے، یہ حکم خواہ عام لفظ سے ثابت ہو یا خاص لفظ سے ثابت ہو۔

9: والدین کو اف کہنے اور جھڑکنے کی حرمت تو عبارۃ النص سے ثابت ہے، البتہ ضرب و شتم کی حرمت دلالۃ النص سے ثابت ہے۔

10: تم پر حرام چیزوں کو دیکھنا، دفنانا یا پھینکنا حرام نہیں بلکہ ان کو کھانا اور استعمال میں لانا حرام ہے۔

باب ثانی؛ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

باب ثانی میں درج ذیل دو فصول ہیں:

فصلِ اوّل: پہلی فصل میں سنّتِ رسول، حدیثِ رسول، قولِ رسول، فعلِ رسول، تقریرِ رسول اور صفتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کیا گیا ہے۔

فصلِ ثانی: دوسری فصل میں حدیث اور سنت میں فرق اور کسی عمل کے سنت ہونے کی شرائط پر گفتگو کی گئی ہے۔

[2]: سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فصلِ اوّل

اس فصل میں سنتِ رسول، حدیثِ رسول، قولِ رسول، فعلِ رسول، تقریرِ رسول، صفتِ رسول کی وضاحت کی گئی ہے۔

سنت کی تعریف:

شیخ ابو محمد عبد الحق حقانی دہلوی رحمہ اللہ (ت1336ھ) فرماتے ہیں:

اَلسُّنَّةُ فَهِيَ الطَّرِيْقَةُ الْمَسْلُوْكَةُ فِي الدِّيْنِ سَوَاءٌ سَلَكَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوِ الصَّحَابَةُ

النامی علیٰ منتخب الحسامی: ص51

ترجمہ: سنت دین میں جاری طریقہ کو کہتے ہیں خواہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمایا ہو یا آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے۔

حدیث کی تعریف:

مَا أُضِيْفَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْ تَقْرِيْرٍ أَوْ صِفَةٍ

تیسیر مصطلح الحدیث: ص13

ترجمہ: ایسا قول، فعل، تقریر یا صفت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کی طرف منسوب ہو، اسے حدیث کہتے ہیں۔

قولِ رسول کی تعریف:

هُوَ كُلُّ مَا وَرَدَ مِنْ أَقْوَالِ النَّبِيِّ مِنْ لَفْظِهٖ

ترجمہ: وہ مبارک اَقوال والفاظ جو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہوں۔

یعنی قولِ رسول سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ فرامین ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہوئے ہوں، اس کو حدیثِ قولی کہتے ہیں۔

مثال:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ

جامع الترمذی: رقم الحدیث 2318

ترجمہ: آدمی کے اسلام کی خوب صورتی میں سے ایک اس کا فضول چیزوں کو چھوڑ دینا ہے۔

فعلِ رسول کی تعریف:

هُوَ مَا صَدَرَ مِنْ اَفْعَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: وہ اَفعال مبارکہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئے ہوں۔

فعلِ رسول سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب وروز کے معمولات ہیں، عمل اور فعل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا ہے مگر حدیث کے الفاظ راوی اور ناقل کے ہوتے ہیں، اس کو حدیثِ فعلی کہتے ہیں۔

مثال:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نقل فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اكْتَحِلُوْا بِالإِثْمِدِ فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ. وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهُ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا كُلَّ لَيْلَةٍ ثَلَاثَةً فِي هَذِهِ، وَثَلَاثَةً فِي هَذِهِ

سنن الترمذی: رقم الحدیث 1757

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اثمد کا سرمہ آنکھوں میں ڈالا کرو۔ اس لیے کہ یہ آنکھوں کی روشنی کو بھی تیز کرتا ہے اور پلکیں بھی زیادہ اگاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ بھی فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے ہر رات دونوں آنکھوں میں تین تین سلائیاں ڈالا کرتے تھے۔

تقریرِ رسول کی تعریف:

هُوَ مَا أَقَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا صَدَرَ عَنْ اَصْحَابِهِ بِسُكُوْتٍ أَوْ عَدَمِ نَكِيْرٍ

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صادر ہونے والے کسی قول یا عمل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت فرمانا یا نکیر کا اظہار نہ کرنا تقریر کہلاتا ہے۔

تقریر کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی صحابی نے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی فرد یا جماعت کا کوئی عمل یا قول نقل کیا گیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید نہ کی ہو اور اس پر نکیر نہ فرمائی ہو، بلکہ تصدیق و تائید فرمائی ہو یا سکوت اختیار فرمایا ہو، اس کو حدیثِ تقریری کہتے ہیں۔

مثال:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نقل فرماتے ہیں:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَأَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّي حَتّٰى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّي ..... فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4119

ترجمہ: غزوہ خندق کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی آدمی بھی بنو قریظہ کی طرف پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھے راستے میں عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تو بعض صحابہ نے کہا ہم تو بنو قریظہ جا کر ہی نماز پڑھیں گے جب کہ بعض نے کہا ہم تو اسی جگہ نماز پڑھیں گے۔ بعد میں جب یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی مَوردِ الزام نہیں ٹھہرایا۔ اس واقعہ میں بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں جماعتوں کو برحق مانا کسی پر بھی نکیر نہیں فرمائی۔

صفتِ رسول کی تعریف:

هِيَ مَا جَبَلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنَ الْأَخْلَاقِ الْحَمِيْدَةِ

ترجمہ: وہ اَخلاقِ حمیدہ اور اَوصافِ حَسَنہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت وطبیعت کا خاصہ بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمایا۔

صفتِ رسول سے ایسی احادیث مبارکہ مراد ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار، عادات واَطوار، آپ کا حُلیہ و سراپا، حُسن و جمال، آپ کے محاسن و کمالات اور آپ کے فضائل و مناقب اور شمائل و خصائل کا تذکرہ موجود ہو، اس کو حدیثِ صفتی کہتے ہیں۔

مثال:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ، وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهِ وَإِلَى الْقَمَرِ، فَلَهُوَ عِنْدِي أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ

سنن الترمذی: رقم الحدیث 2811

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا، آپ اس وقت سرخ لباس زیب تن فرمائے ہوئے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ و سلم کو، بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ خوب صورت ہیں۔

فائدہ:

حدیث مبارک پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کا انکار کرنا ضلالت، گمراہی اور کفر ہے۔ قرآنِ کریم میں واضح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا

سورۃ المائدۃ:92

ترجمہ: اور اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور نافرمانی سے بچتے رہو۔

بلکہ اس سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

سورۃ النساء:80

ترجمہ: جس نے رسول [صلی اللہ علیہ وسلم] کی اطاعت کی، در حقیقت اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

فصلِ ثانی

دوسری فصل میں حدیث اور سنت کے درمیان فرق واضح کیا گیا ہے اور کسی عمل کے سنت ہونے کی شرائط پر گفتگو کی گئی ہے۔

حدیث اور سنت میں فرق:

عام طور پر حدیث اور سنت کو ایک ہی سمجھا جاتا ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا، مگر حقیقت یہ ہے کہ دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے، جیسا کہ درج بالا سطور میں دونوں کی تعریف سے واضح ہو چکا ہے۔ ہمارا ایمان سنت اور حدیث دونوں پر ہے، مگر ہمارا عمل صرف سنت پر ہے۔ آسان الفاظ میں یوں کہہ لیجیے کہ ہمیں اس حدیث پر عمل کرنے کا حکم ہے جو سنت بھی ہو، جو حدیث صرف حدیث ہو سنت نہ ہو اس پر عمل کرنے کا امر نہیں۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنی سنت پر عمل کرنے اور اس پر کاربند رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِيْ وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ

شرح مشکل الآثار للطحاوی: ج3 ص233 رقم الحدیث 1186

ترجمہ: تم پر لازم ہے کہ میرے بعد میری اور میرے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت پر عمل کرو اور اسے اپنے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے تھامے رکھو۔ (مطلب ہر حال میں سنت پر کاربند اور عمل پیرا رہو)۔

کسی عمل کے سنت بننے کی شرائط:

جو عمل سنت بنے گا، اس میں بنیادی طور تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

پہلی شرط:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عمل مسلسل اور دائمی ہو، منسوخ یا متروک نہ ہو۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا پھر چھوڑ دیا تو وہ عمل متروک ہو گا، معمول نہیں ہو گا۔ اور مسنون عمل وہ ہوتا ہے جو معمول ہو نہ کہ متروک ہو۔

پہلی شرط کی مثال:

شروع اسلام میں اونٹ کی قربانی میں دس آدمی شریک ہوسکتے تھے۔ دلیل یہ حدیث مبارک ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحٰى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَفِي الْبَعِيْرِ عَشَرَةً

سنن الترمذی: رقم الحدیث 1501

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ عید الاضحیٰ کا موقع آگیا۔ تو ہم نے گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمیوں کے حساب سے شرکت کی۔

لیکن بعد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کو متروک قرار دیا اور حدیث جابر کو معمول بہ قرار دیا ہے۔ حدیث جابر رضی اللہ عنہ یہ ہے:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّشْتَرِكَ فِي الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِّنَّا فِيْ بَدَنَةٍ

صحیح مسلم: رقم الحدیث 1318

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اونٹ اور گائے میں ہم سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔

فائدہ:

امام ترمذی رحمہ اللہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ

سنن الترمذی: تحت رقم الحدیث 1502

ترجمہ: اسی (حدیثِ جابر) پر اہلِ علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر (تابعین و تبع تابعین) اہل علم کا عمل ہے۔

اور جب دو احادیث میں اختلاف واقع ہو تو اس بارے ضابطہ یہ ہے کہ اس حدیث کو لیا جائے گا جس پر صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہو۔ امام ابو داوٗد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ (ت 275ھ) لکھتے ہیں:

إِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنْ رَسُوْلِ اللهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُظِرَ إِلَى مَا عَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ

سنن ابی داوٗد: رقم الحدیث 1851

ترجمہ: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو حدیثیں مروی ہوں اور دونوں میں اختلاف ہو تو دیکھا جائے گا کہ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہو اسے لیا جائے گا۔

دوسری شرط:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عمل عادت کے طور پر فرمایا ہو، عذر کے طور پر نہ کیا ہو۔

دوسری شرط کی مثال:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول بیٹھ کر پیشاب فرمانے کا تھا۔ اُمّ المومنین سیدہ اَمی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَنْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبُوْلُ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقُوْهُ مَا كَانَ يَبُوْلُ إِلَّا قَاعِدًا۔

جامع ترمذی: باب النہی قائماً، حدیث نمبر 12

ترجمہ: جو شخص آپ کو یہ بیان کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا کرتے تھے (کہ یہ آپ کا معمول مبارک تھا) تو اس بات کی تصدیق نہ کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر ہی پیشاب فرمایا کرتے تھے۔ (یعنی آپ علیہ السلام کا عام معمول مبارک یہی تھا۔)

البتہ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) اپنی کتاب میں حدیث مبارک نقل فرماتے ہیں:

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَجِئْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ

صحیح البخاری: رقم الحدیث 224

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے کُوڑا پھینکنے کی جگہ پر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا، پھر پانی منگایا۔ میں آپ کے پاس پانی لے کر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا۔

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر پیشاب فرمانا عادت کے طور پر نہ تھا بلکہ کسی ضرورت اور عذر کی وجہ سے تھا، (فقہاء کرام نے اس کی متعدد وُجوہ ذکر کی ہیں) اس وجہ سے یہ عمل مبارک سنت نہ ہو گا۔

تیسری شرط:

وہ عمل ایسا ہو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہ ہو۔ اگر وہ عمل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ خاص ہو تو وہ عمل سنت نہیں کہلائے گا۔

تیسری شرط کی مثال:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت چار سے زائد نکاح فرمائے ہیں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے، امت میں سے کسی کے لیے بَیک وقت چار سے زائد نکاح جائز نہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب آرام فرماتے تو نیند سے آپ کا وضو زائل نہ ہوتا بلکہ اسی طرح برقرار رہتا۔ جب کہ امتیوں کا وضو نیند سے ٹوٹ جاتا ہے، خواہ لیٹ کر نیند کی جائے یا ٹیک لگا کر، دونوں صورتوں میں نیند ناقضِ وضو ہو گی۔

فائدہ نمبر 1:

احادیث مبارکہ میں درجنوں مثالیں ایسی موجود ہیں جو حدیث کا جزو تو ہیں مگر اس پر سنت سمجھ کر عمل نہیں کیا جاتا۔ بطور نمونہ چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:

[1]: کھڑے ہو کر پانی پینا حدیث سے ثابت ہے، مگر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ نہیں تھی، اس لیے سنت نہیں۔

[2]: اعضاءِ وضو کو تین تین بار دھونا متوارث و متواتر عمل ہے، اس لیے یہی سنت ہے۔ جب کہ ایک ایک اور دو دو بار دھونا بھی حدیث سے ثابت ہے۔

[3]: جوتے پہن کر نماز ادا کرنا حدیث سے ثابت ہے، مگر یہ عمل سنت نہیں۔

[4]: چھوٹی بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نواسی؛ حضرت زینب کی بیٹی امامہ بنتِ ابی العاص کو اٹھا کر نماز ادا کی تھی، مگر یہ عمل سنت نہیں کہلاتا۔

[5]: وضو کے بعد یا روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لینا بھی حدیث سے ثابت ہے، مگر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت نہ تھی، اس لیے سنت نہیں۔ جب کہ وضو میں کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا اور روزہ کے لیے سحری کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی، اس لیے یہ امور سنت ہیں۔

فائدہ نمبر2:

معلوم ہوا کہ لفظ سنت ہمیشہ عمل پر بولا جاتا ہے اور لفظ حدیث کا استعمال الفاظ پر ہوتا ہے، جیسے تمام لوگ یہی کہتے ہیں کہ نکاح کرنا سنت ہے، مسواک کرنا سنت ہے، وضو میں تمام اعضاء کو تین بار دھونا سنت ہے، آنکھوں میں سرمہ ڈالنا سنت ہے۔ ان چیزوں کو سنت ہی کہا جاتا ہے، حدیث نہیں کہا جاتا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بابِ ثالث؛ اجماعِ امت

تیسرا باب دو فصول پر مشتمل ہے:

فصلِ اوّل: اس فصل میں اجماع کا لغوی و اصطلاحی معنی، اجماع کا ثبوت، اجماع کی حجیت پر دلائل، اشکالات کا ازالہ اور اجماع کی دو بنیادی قسموں کو بیان کیا گیا ہے۔

فصلِ ثانی: اس فصل میں اجماع کے مراتب کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اور اجماع کے ہر مرتبہ کے مطابق اس کی حیثیت اور منکر کا حکم واضح کیا گیا ہے۔

[3]: اجماعِ امت

فصلِ اول

اجماع کا لغوی معنیٰ:

شیخ محمد اعلیٰ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (ت 1191ھ) لکھتے ہیں:

اَلْاِجْمَاعُ فِی اللُّغَةِ هُوَ الْعَزْمُ ، يُقَالُ: اَجْمَعَ فُلَانٌ عَلٰى كَذَا اَیْ عَزَمَ ، وَالْاِتِّفَاقُ، يُقَالُ: اَجْمَعَ الْقَوْمُ عَلٰى كَذَا اَيِ اتَّفَقُوْا

کشاف اصطلاحات الفنون للتھانوی: ج1 ص238

ترجمہ: اجماع کے لغت میں دو معنیٰ ہیں: کسی چیز کا پختہ ارادہ کر لینا۔ جب کوئی شخص کسی کام کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے تو بطور محاورہ کہا جاتا ہے "اَجْمَعَ فُلَانٌ عَلٰى كَذَا"۔ اور کسی چیز پر لوگوں کا اتفاق کر لینا۔ چنانچہ جب قوم کسی بات پر متفق ہو جاتی ہے تو کہا جاتا ہے: "اَجْمَعَ الْقَوْمُ عَلٰى كَذَا"

اجماع کا اصطلاحی معنیٰ:

شیخ محمد اعلیٰ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (ت 1191ھ) لکھتے ہیں:

هُوَ اتِّفَاقُ الْمُجْتَهِدِيْنَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَصْرٍ عَلٰى حُكْمٍ شَرْعِيٍّ

کشاف اصطلاحات الفنون للتھانوی: ج1 ص238

ترجمہ: اجماع: امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجتہدین کا کسی زمانہ میں کسی حکم شرعی پر اتفاق کر لینا ہے۔

اجماع؛ دلیلِ شرعی:

[1]: وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا

سورۃ النساء: 115

ترجمہ: جو شخص ہدایت واضح ہونے کے باوجود رسول کی مخالفت کرے اور ایمان والوں سے ہٹ کر الگ راستہ

پر چلے تو ہم اسے اس کے اختیار کردہ راستہ پر چلا دیتے ہیں اور اسے جہنم میں داخل کریں گے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد سمرقندی (ت 373ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَفِي الْآيَةِ دَلِيْلٌ: أَنَّ الْإِجْمَاعَ حُجَّةٌ لِأَنَّ مَنْ خَالَفَ الْإِجْمَاعَ فَقَدْ خَالَفَ سَبِيْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ

تفسیر السمرقندی: ج2 ص387، 388

ترجمہ: یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے، کیونکہ جس نے اجماع کی مخالفت کی تو اس نے "سبیل المؤمنین" کی مخالفت کی۔

[2]: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِيْ أَوْ قَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ إِلَى النَّارِ

سنن الترمذی: كِتَاب الْفِتَنِ، بَاب مَا جَاءَ فِي لُزُومِ الْجَمَاعَةِ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو- یا یہ فرمایا کہ امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہوتی ہے اور جو (جماعت سے) الگ ہوا تو وہ آگ کی طرف دھکیلا جائے گا (یعنی اس کا انجام آگ ہو گی)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الھروی الحنفی (ت 1014ھ) اس حدیث کو اجماعِ امت کے برحق و حجت ہونے کی دلیل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فِي الْحَدِيْثِ دَلِيْلٌ عَلٰى حَقِّيَّةِ إِجْمَاعِ الْأُمَّةِ

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ج2 ص160 باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ

ترجمہ: اس حدیث میں اس امر کی دلیل موجود ہے کہ امت کا اجماع برحق (و حجت) ہے۔

اجماع کی اہمیت:

1: امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص رحمہ اللہ (ت 370ھ) فرماتے ہیں:

♦ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَرٰى خَبَرَ الْوَاحِدِ مُقَدَّمًا عَلَى الْإِجْمَاعِ بَلِ الْإِجْمَاعُ أَوْلٰى مِنْ خَبَرِ الْوَاحِدِ عِنْدَ الْجَمِيْعِ

♦ أَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ يُرَدُّ بِالْإِجْمَاعِ وَلَا يُرَدُّ الْإِجْمَاعُ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ

الفصول فی الاصول: باب تخصیص العموم بالخبر، ج 1 ص 175

ترجمہ: اہل علم میں سے کسی کا یہ نظریہ نہیں کہ خبر واحد کو اجماع پر ترجیح ہو گی بلکہ سب کے ہاں اجماع خبر واحد پر راجح ہے۔

خبر واحد اور اجماع میں تعارض کی صورت میں خبر واحد کو چھوڑا جائے گا اجماع کو نہیں۔

2: حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ (ت 505ھ) لکھتے ہیں:

فَيَنْظُرَ أَوَّلَ شَيْئٍ فِي الْإِجْمَاعِ فَإِنْ وَجَدَ فِي الْمَسْأَلَةِ إِجْمَاعًا تَرَكَ النَّظْرَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَإِنَّهُمَا يَقْبَلَانِ النَّسْخَ وَالْإِجْمَاعُ لَا يَقْبَلُهُ فَالْإِجْمَاعُ عَلَى خِلَافِ مَا فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ دَلِيْلٌ قَاطِعٌ عَلَى النَّسْخِ إِذْ لَا تَجْتَمِعُ الْأُمَّةُ عَلَى الْخَطَأِ

المستصفیٰ للغزالی ج 1 ص 374

ترجمہ: مجتہد کو چاہئے کہ مسئلہ حل کرتے وقت سب سے پہلے اجماع امت کو دیکھے اگر اس مسئلہ پر اجماع موجود ہو تو قرآن و سنت دیکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن و سنت نسخ کو قبول کرتے ہیں جبکہ اجماع نسخ کو قبول نہیں کرتا۔ نصوص کے خلاف اجماع کا آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ نص منسوخ ہے اس لیے کہ امت غلطی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی۔

3: حافظ تقی الدین احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام رحمہ اللہ (ت 728ھ) لکھتے ہیں:

وَإِجْمَاعُهُمْ حُجَّةٌ قَاطِعَةٌ يَجِبُ اتِّبَاعُهَا بَلْ هِيَ أَوْكَدُ الْحُجَجِ وَهِيَ مُقَدَّمَةٌ عَلٰى غَيْرِهَا، وَلَيْسَ هٰذَا مَوْضِعَ تَقْرِيْرِ ذٰلِكَ، فَإِنَّ هٰذَا الْأَصْلَ مُقَرَّرٌ فِيْ مَوْضِعِهٖ، وَلَيْسَ فِيْهِ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ بَلْ وَلَا بَيْنَ سَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ خِلَافٌ

الفتاوی الکبریٰ لابن تیمیہ: ج 6 ص 162

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع دلیل قطعی ہے جسے ماننا ضروری ہے بلکہ یہ سب سے مضبوط دلیل ہے جو دیگر دلائل پر مقدم ہے، یہاں اس مسئلہ کی تفصیل کا موقع نہیں، باقی یہ اصول مسلَّم ہے کہ یہ سب سے مضبوط دلیل ہے جس میں نہ صرف فقہاء کرام رحمہم اللہ بلکہ پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔

اشکال:

درج بالا عبارات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اجماع؛ قرآن و سنت سے بھی افضل ہے۔

جواب:

افضل ہونا اور بات ہے، موقوف علیہ اور مقدم ہونا اور بات ہے۔ جیسے وضو؛ نماز کے لیے موقوف علیہ اور نماز پر مقدم ہے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی لیکن افضل نماز ہی ہے۔ اسی طرح اجماع؛ قرآن و سنت کے لیے موقوف علیہ اور قرآن و سنت پر مقدم ہے کہ اجماع کے بغیر قرآن و سنت کا ثبوت نہیں ہوتا لیکن افضل قرآن و سنت ہی ہیں۔

4: سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ (ت1014ھ) فرماتے ہیں:

"وقَدْ قَالَ عَطَاءٌ: اَلْإِجْمَاعُ أَقْوىٰ مِنَ الْإِسْنَادِ"

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: ج1 ص117

ترجمہ: امام عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اجماع اسناد سے قوی ہے۔

اجماع کی قسمیں:

اجماع کی بنیادی دو قسمیں ہیں:

1: اجماع کلی 2: اجماع اکثری

اجماع کلی:

اَلْإِجْمَاعُ الَّذِيْ يَتَّفِقُ عَلَيْهِ جَمِيْعُ الْمُجْتَهِدِيْنَ مِنْ مُجْتَهِدِیْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

ترجمہ: اجماع کلی وہ اجماع ہے جس پر اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام مجتہدین کا اتفاق ہو۔

مثال:

علامہ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر (ت319ھ) لکھتے ہیں:

وَأَجْمَعُوْا عَلٰى أَنَّ الْأُمَّ تَحْجُبُ الْجَدَّاتِ

کتاب الاجماع لابن المنذر: ص66 رقم المسئلۃ 309

ترجمہ: اس بات پر تمام علماء وفقہاء کا اجماع ہے کہ ماں کی موجودگی میں دادیاں اور نانیاں وارث نہیں بن سکتیں۔

اجماع اکثری:

اَلْإِجْمَاعُ الَّذِيْ يَتَّفِقُ عَلَيْهِ أَكْثَرُ مُجْتَهِدِيْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

ترجمہ: اجماع اکثری وہ اجماع ہے جس پر اہل السنۃ والجماعۃ کے اکثر مجتہدین کا اتفاق ہو۔(جس پر اکثر فقہاء متفق ہوں۔)

جیسے علامہ ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی رحمہ اللہ (ت 855ھ) صاحبِ ہدایہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی رحمہ اللہ (ت 593ھ) کے ایک قول کی شرح میں فرماتے ہیں:

قَالَ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ مِنْ أَصْحَابِنَا: "وَعَلٰى تَرْكِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ" فَسَمَّاهُ إِجْمَاعًا بِاعْتِبَارِ اتِّفَاقِ الْأَكْثَرِ وَمِثْلُ هٰذَا يُسَمّٰى إِجْمَاعًا عِنْدَنَا

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للعینی: ج4 ص449 باب وجوب القراءۃ

ترجمہ: ہمارے احناف میں سے صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں کہ "امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے" صاحبِ ہدایہ نے اکثر کے اتفاق کو "اجماع" فرمادیا ہے۔ اس طرح کا اکثری اتفاق ہمارے ہاں اجماع شمار ہوتا ہے۔

اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهٗ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ. اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ

فصلِ ثانی

اجماع کے مراتب:

ضعف و قوت اور یقین و ظن کے اعتبار سے اجماع کے چار مراتب ہیں۔ ہر مرتبہ کے مطابق اس کی حیثیت اور منکر کا حکم متعین کیا جاتا ہے۔

[1]: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قولی اجماع:

اِتِّفَاقُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ كُلِّهِمْ أَجْمَعِيْنَ عَلٰى أَمْرٍ مِنَ الْأُمُوْرِ بِقَوْلِهِمْ: "اَجْمَعْنَا عَلٰى هٰذَا"

ترجمہ: تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا کسی دینی مسئلہ یا واقعہ پر یہ کہہ کر اتفاق کرنا کہ "ہم اس پر متفق ہیں"۔

حکم:

هٰذَا الْإِجْمَاعُ مِثْلُ الْآيَةِ الْقُرْآنِيَّةِ وَالْخَبَرِ الْمُتَوَاتِرِ وَيُكَفَّرُ جَاحِدُهٗ

ترجمہ: یہ اجماع بمنزلہ قرآن مجید کی آیت اور خبر متواتر کے ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔

مثال:

إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَلٰى خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرِ ِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع۔

شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق الحنفی المعروف "ملا جیون" (ت 1130ھ) لکھتے ہیں:

فَالْاَقْوٰى إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ نَصًّا مِثْلَ اَنْ يَقُوْلُوْا جَمِيْعًا: "اَجْمَعْنَا عَلٰى كَذَا" فَإِنَّهٗ مِثْلُ الْآيَةِ وَالْخَبَرِ الْمُتَوَاتِرِ حَتّٰى يُكَفَّرَ جَاحِدُهٗ وَمِنْهُ الْإِجْمَاعُ عَلٰى خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

نور الانوار: ص234

ترجمہ: سب سے قوی اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا صراحتاً کسی بات پر اجماع کرنا ہے مثلاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب یوں کہیں: "ہم نے اس بات پر اجماع و اتفاق کر لیا ہے" یہ اجماع قرآن کریم کی آیت اور خبر متواتر کی طرح ہے حتیٰ کہ اس کے منکر کو کافر قرار دیا جائے گا۔ اس اجماع کی مثال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

خلافت پر اجماع ہے۔

[2]: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سکوتی اجماع

اِتِّفَاقُ بَعْضِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَوْلًا عَلٰى مَسْأَلَةٍ وَيَسْكُتُ الْبَاقُوْنَ مِنْهُمْ مُسْلِمِيْنَ

ترجمہ: کسی مسئلہ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صراحتاً اتفاق ظاہر کریں اور بعض سکوت کرتے ہوئے اسے تسلیم کریں۔

حکم:

هٰذَا الْإِجْمَاعُ يُعَدُّ مِنَ الْاَدِلَّةِ الْقَطْعِيَّةِ لٰكِنْ لَا يُكَفَّرُ جَاحِدُهٗ

ترجمہ: اس اجماع کا شمار قطعی دلائل میں ہوتا ہے لیکن اس کے منکر کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

مثال نمبر 1:

إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَلٰى أَرْبَعِ تَكْبِيْرَاتٍ فِيْ صَلَاةِ الْجِنَازَةِ

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات کہنے پر اجماع۔

علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی الحنفی (ت 587ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدِ اخْتَلَفَتِ الرِّوَايَاتُ فِيْ فِعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُوِىَ عَنْهُ الْخَمْسُ وَالسَّبْعُ وَالتِّسْعُ وَأَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ إِلَّا أَنَّ آخِرَ فِعْلِهٖ كَانَ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ

لِمَا رُوِىَ عَنْ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ جَمَعَ الصَّحَابَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ حِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْ عَدَدِ التَّكْبِيْرَاتِ وَقَالَ لَهُمْ: إِنَّكُمْ اِخْتَلَفْتُمْ فَمَنْ يَّأْتِيْ بَعْدَكُمْ يَكُوْنُ أَشَدَّ اِخْتِلَافًا مِنْكُمْ فَانْظُرُوْا آخِرَ صَلَاةٍ صَلَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَنَازَةٍ فَخُذُوْا بِذٰلِكَ

فَوَجَدُوْهُ صَلّٰى عَلَى اِمْرَأَةٍ كَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا. فَاتَّفَقُوْا عَلٰى ذٰلِكَ فَكَانَ ذٰلِكَ دَلِيْلًا عَلٰى كَوْنِ التَّكْبِيْرَاتِ فِيْ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا لِأَنَّهُمْ أَجْمَعُوْا عَلَيْهَا. حَتّٰى قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ سُئِلَ عَنْ تَكْبِيْرَاتِ الْجَنَازَةِ: كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ وَلٰكِنِّيْ رَأَيْتُ النَّاسَ أَجْمَعُوْا عَلٰى أَرْبَعِ تَكْبِيْرَاتٍ

بدائع الصنائع: ج2 ص50 باب کیفیۃ الصلوٰۃ علی الجنازۃ

ترجمہ: (نماز جنازہ میں تکبیرات کی تعداد سے متعلق) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک مختلف رہا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ، سات، نو اور اس سے زیادہ تکبیرات کہنے کی احادیث روایت کی گئی ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل چار تکبیرات کا تھا۔

اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز جنازہ کی تکبیرات کی تعداد کے بارے میں اختلاف کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان سے فرمایا: تم لوگوں نے نماز جنازہ کی تکبیرات کے بارے میں اختلاف کیا اور تمہارے بعد آنے والے لوگ تم سے زیادہ اس مسئلہ میں اختلاف کریں گے۔ لہٰذا یہ دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کی آخری نماز جنازہ میں جتنی تکبیرات کہی تھیں، تم بھی اسی کو اختیار کرو، (اسی تعداد پر عمل کیا کرو)۔

صحابہ کرام نے اس بارے میں غور کیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخری نماز جنازہ ایک عورت کی میت پر ادا فرمائی اور اس میں چار تکبیرات ادا کیں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چار تکبیرات پر اتفاق کر لیا۔ پس نماز جنازہ میں تکبیرات کے چار ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع و اتفاق مستقل دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب نماز جنازہ کی تکبیرات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: مختلف تعداد کا ثبوت ہے، لیکن میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ انہوں نے چار تکبیرات پر اجماع کر لیا تھا۔

مثال نمبر 2:

إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَلٰى عَدَمِ قَطْعِ يَدِ السَّارِقِ الَّذِيْ قُطِعَتْ يَدُهٗ وَرِجْلُهٗ مَرَّةً

ترجمہ: ایسا چور جس کا ایک ہاتھ اور پاؤں کاٹا جا چکا ہو (مزید چوری کی صورت میں) اس کا ہاتھ نہ کاٹنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع۔

علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی الحنفی (ت 587ھ) لکھتے ہیں:

أَنَّ سَيِّدَنَا عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أُتِيَ بِسَارِقٍ أَقْطَعَ الْيَدِ وَالرِّجْلِ قَدْ سَرَقَ نِعَالًا يُقَالُ لَهٗ سَدُوْمُ وَأَرَادَ أَنْ يَّقْطَعَهٗ فَقَالَ لَهٗ سَيِّدُنَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِنَّمَا عَلَيْهِ قَطْعُ يَدٍ وَرِجْلٍ فَحَبَسَهٗ سَيِّدُنَا عُمَرُ رَضِيَ

اللّٰهُ عَنْهُ وَلَمْ يَقْطَعْهُ

وَسَيِّدُنَا عُمَرُ وَسَيِّدُنَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَمْ يَزِيْدَا فِي الْقَطْعِ عَلَى قَطْعِ الْيَدِ الْيُمْنٰى وَالرِّجْلِ الْيُسْرٰى وَكَانَ ذٰلِكَ بِمَحْضَرٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَلَمْ يُنْقَلْ أَنَّهُ أَنْكَرَ عَلَيْهِمَا مُنْكِرٌ فَيَكُوْنُ إِجْمَاعًا مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

بدائع الصنائع: ج6 ص40 کتاب السرقۃ

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا چور لایا گیا جس نے کچھ جوتے چرائے تھے، اس کا نام سدوم تھا اور (گزشتہ چوریوں کی وجہ) اس کا (دایاں) ہاتھ اور (بایاں) پاؤں کٹے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا دوسرا ہاتھ کاٹ دینے کا ارادہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس پر ایک ہاتھ اور پاؤں کے کاٹے جانے کی سزا ضروری تھی (اور وہ پوری ہو چکی لہٰذا مزید ہاتھ نہ کاٹا جائے)۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا دوسرا ہاتھ کاٹے بغیر اسے قید کر دیا۔

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کے علاوہ چور کا مزید ہاتھ نہ کاٹے جانے کا فیصلہ کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں تھا اور اس فیصلے کے خلاف صحابہ کرام میں سے کسی ایک کا بھی انکار منقول نہیں ہے۔ لہٰذا یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماعی فیصلہ ہے۔

مثال نمبر 3:

إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَلٰى قِتَالِ مَانِعِي الزَّكَاةِ

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف جہاد پر اجماع۔

شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق الحنفی المعروف "ملاجیون" (ت1130ھ) لکھتے ہیں:

(ثُمَّ الَّذِيْ نَصَّ الْبَعْضُ وَسَكَتَ الْبَاقُوْنَ) مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَهُوَ الْمُسَمّٰى بِالْإِجْمَاعِ السُّكُوْتِيِّ وَلَا يُكَفَّرُ جَاحِدُهٗ وَإِنْ كَانَ مِنَ الْأَدِلَّةِ الْقَطْعِيَّةِ

نور الانوار: ص234

ترجمہ: پھر (دوسرے مرتبے کا) وہ اجماع ہے جس پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صراحتاً اتفاق کریں اور بعض خاموش رہیں۔ اسی اجماع کا نام "اجماعِ سکوتی" ہے۔ اس کے منکر کو کافر نہیں کہا جائے گا اگرچہ اس اجماع کا شمار قطعی

دلائل میں ہوتا ہے۔

چنانچہ مولانا عبد الحلیم انصاری لکھنوی الحنفی (ت 1285ھ) اس عبارت کے حاشیہ میں اجماعِ سکوتی کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اَلْاِجْمَاعُ السُّکُوْتِیُّ کَاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ عَلٰی قِتَالِ مَانِعِ الزَّکَاةِ فَاِنَّ اَکْثَرَ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ قَالُوْا بِہٖ وَبَعْضُھُمْ کَانُوْا سَاکِتِیْنَ مُسْلِمِیْنَ

قمر الاقمار حاشیۃ نور الانوار: ص234

ترجمہ: اجماع سکوتی کی مثال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مانعین زکاۃ سے جہاد کرنے پر اجماع ہے کیونکہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے جہاد کرنے کی صراحت کی اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے خاموش رہ کر اسے تسلیم کیا۔

فائدہ:

اگر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے کوئی خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ اجتہاد کرے، یا خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ کا کوئی عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم میں ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی اس پر نکیر نہ کرے تو اس کی حیثیت بھی اجماع سکوتی کی سی ہو جاتی ہے۔

شیخ محمد بن صالح بن محمد العثیمین (ت 1421ھ) لکھتے ہیں:

وَالْجُمُعَةُ لَهَا أَذَانٌ أَوَّلُ مِنْ سُنَّةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ وَهُوَ أَحَدُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الَّذِيْنَ أُمِرْنَا بِاتِّبَاعِ سُنَّتِهِمْ..... فَلِأَنَّ الصَّحَابَةَ لَمْ يُنْكِرُوْا عَلٰی عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ مَعَ أَنَّهٗ لَوْ أَخْطَأَ لَأَنْكَرُوْا عَلَيْهِ.... فَالْأَذَانُ الْأَوَّلُ لِلْجُمُعَةِ أَذَانٌ شَرْعِيٌّ بِإِشَارَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُنَّةِ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ وَبِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ؛ الْإِجْمَاعِ السُّكُوْتِيِّ

شرح ریاض الصالحین للعثیمین: ص1278 باب فضل الوضوء

ترجمہ: جمعہ کی پہلی اذان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سنت ہے، آپ رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سے ہیں جن کی اتباع کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ نیز چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فعل (اذان کے اجراء) پر کوئی نکیر نہیں فرمائی باوجود اس بات کے کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ فعل؛ خطا ہوتا تو

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرور نکیر فرماتے۔ اس لیے جمعہ کی یہ پہلی اذان؛ شرعی اذان ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے (یعنی حدیث)، امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماعِ سکوتی سے ثابت ہے۔

[3]: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کا اجماع (جس میں صحابہ کرام کا اختلاف منقول نہ ہو)

اِتِّفَاقُ الْمُجْتَهِدِيْنَ بَعْدَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فِيْ عَصْرٍ مِنَ الْعُصُوْرِ عَلٰى أَمْرٍ مِنَ الْأُمُوْرِ لَمْ يَسْبَقْ فِيْهِ خِلَافُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد کسی دور کے مجتہدین کا کسی ایسے مسئلہ پر اتفاق کرنا جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف منقول نہ ہو۔

حکم:

هٰذَا الْإِجْمَاعُ بِمَنْزِلَةِ الْخَبَرِ الْمَشْهُوْرِ فَيُفِيْدُ طَمَانِيْنَةَ الْقَلْبِ لٰكِنْ تَحْصُلُ بِهِ الطَّمَانِيْنَةُ الَّتِيْ هِيَ دُوْنَ الْيَقِيْنِ فَلَا يُكَفَّرُ جَاحِدُهٗ بَلْ يُضَلَّلُ وَيُخَطَّأُ

ترجمہ: یہ اجماع خبرِ مشہور کی طرح ہے جو اطمینانِ قلب کا تو فائدہ دیتا ہے لیکن اس سے حاصل ہونے والی طمانینت یقین کا فائدہ نہیں دیتی۔ اس لیے اس مرتبہ کے منکر کو کافر تو نہیں کہا جائے گا البتہ گمراہ اور خطاکار قرار دیا جائے گا۔

مثال:

إِجْمَاعُ الْأَئِمَّةِ عَلٰى أَنَّ الضِّحْكَ خَارِجَ الصَّلَاةِ لَا يَنْقُضُ طَهَارَةً

ترجمہ: اس مسئلہ پر ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے کہ نماز سے باہر ہنسنا طہارت کو زائل نہیں کرتا۔

شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق الحنفی المعروف "ملا جیون" (ت1130ھ) لکھتے ہیں:

(ثُمَّ اِجْمَاعُ مَنْ بَعْدَهُمْ) اَيْ بَعْدَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنْ اَهْلِ كُلِّ عَصْرٍ (عَلٰى حُكْمٍ لَمْ يَظْهَرْ فِيْهِ خِلَافُ مَنْ سَبَقَهُمْ) مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْخَبَرِ الْمَشْهُوْرِ يُفِيْدُ الطَّمَانِيْنَةَ دُوْنَ الْيَقِيْنِ

نور الانوار: ص234

ترجمہ: (اجماع کا تیسرا مرتبہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ہر دور کے مجتہدین کا کسی ایسے مسئلہ پر اجماع کرنا ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف منقول نہ ہو۔ اس قسم کا اجماع خبر مشہور کی طرح ہے جو طمانینت کا تو فائدہ دیتا ہے لیکن علم یقین کا فائدہ نہیں دیتا۔

اس اجماع کے منکر کے گمراہ اور خطاکار ہونے کی تصریح کرتے ہوئے علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید سکندری الحنفی المعروف ابن الہمام (ت 861ھ) لکھتے ہیں:

(وَاَمَّا) مُنْكِرُ اِجْمَاعِ (مَنْ بَعْدَهُمْ) اَيِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ (بِلَا سَبْقِ خِلَافٍ) فَيُضَلَّلُ وَيُخَطَّأُ مِنْ غَيْرِ اِكْفَارٍ (كَالْخَبَرِ الْمَشْهُوْرِ) اَيْ كَمُنْكِرِهِ

تحریر الاصول لابن الہمام: ج3 ص147 باب فی الاجماع

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کسی غیر اختلافی مسئلہ پر منعقد ہونے والے اجماع کے منکر کو گمراہ اور خطاکار قرار دیا جائے گا لیکن کافر قرار نہیں دیا جائے گا جس طرح کہ خبر مشہور کے منکر کا حکم ہوتا ہے۔

مثال:

نماز کے باہر اگر کوئی شخص ہنس لے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔

علامہ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر (ت 319ھ) لکھتے ہیں:

وَأَجْمَعُوْا عَلٰى أَنَّ الضِّحْكَ فِيْ غَيْرِ الصَّلَاةِ لَا يَنْقُضُ طَهَارَةً، وَلَا يُوْجِبُ وُضُوْءًا

کتاب الاجماع لابن المنذر: ص22 رقم المسئلۃ 5

ترجمہ: فقہاء کرام رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ نماز سے باہر ہنسنا طہارت کو زائل نہیں کرتا اور نہ ہی اس سے وضو واجب ہوتا ہے۔

اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف منقول نہیں ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص نماز سے باہر ہنسنے کی وجہ سے وضو ٹوٹنے کا قائل ہو تو اس کا یہ موقف اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابلِ قبول ہو گا۔ ایسے شخص کو خطاکار اور گمراہ کہنا درست ہو گا لیکن اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

[4]: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کا اجماع (جس میں سابق مجتہدین کا اختلاف منقول ہو)

اِتِّفَاقُ الْمُجْتَهِدِيْنَ بَعْدَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فِيْ عَصْرٍ مِنَ الْعُصُوْرِ عَلٰى أَمْرٍ مِنَ الْأُمُوْرِ سَبَقَ فِيْهِ خِلَافُ الْمُجْتَهِدِيْنَ سَوَاءٌ كَانُوْا هُمْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مَنْ بَعْدَهُمْ

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد کسی دور کے مجتہدین کا کسی ایسے مسئلہ پر اتفاق کرنا جس میں سابق دور کے مجتہدین کا اختلاف منقول ہو خواہ وہ مجتہدین؛ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں یا ان کے دور کے بعد کے مجتہدین ہوں۔

حکم:

هٰذَا الْإِجْمَاعُ بِمَنْزِلَةِ الْخَبَرِ الْوَاحِدِ يُوْجِبُ الْعَمَلَ دُوْنَ الْعِلْمِ الْيَقِيْنِيِّ فَلَا يُكَفَّرُ جَاحِدُهٗ وَلَا يُضَلَّلُ

ترجمہ: یہ اجماع؛ خبرِ واحد کی طرح ہے جس کی بنیاد پر عمل کرنا تو واجب ہے لیکن اس سے علمِ یقینی حاصل نہیں ہوتا اس لیے اس کے منکر کو کافر بھی نہیں کہا جائے گا اور اسے گمراہ و خطاکار بھی قرار نہیں دیا جائے گا۔

مثال:

إِجْمَاعُ الْأَئِمَّةِ عَلٰى عَدَمِ جَوَازِ بَيْعِ أُمِّ الْوَلَدِ

ترجمہ: ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا امّ ولد کی خرید و فروخت کے جائز نہ ہونے پر اجماع کرنا۔

شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق الحنفی المعروف "ملاجیون" (ت1130ھ) لکھتے ہیں:

(ثُمَّ اِجْمَاعُهُمْ عَلٰى قَوْلٍ سَبَقَهُمْ فِيْهِ مُخَالِفٌ) يَعْنِيْ اخْتَلَفُوْا اَوَّلًا عَلٰى قَوْلَيْنِ ثُمَّ اَجْمَعَ مَنْ بَعْدَهُمْ عَلٰى قَوْلٍ وَاحِدٍ فَهٰذَا دُوْنَ الْكُلِّ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْخَبَرِ الْوَاحِدِ يُوْجِبُ الْعَمَلَ دُوْنَ الْعِلْمِ

نور الانوار: ص234

ترجمہ: (اجماع کا چوتھا مرتبہ) مجتہدین کا کسی ایسے قول پر اجماع کر لینا ہے جس میں پہلے کسی کا اختلاف منقول ہو یعنی پہلے دور کے مجتہدین کے کسی مسئلہ پر دو اقوال پائے جاتے تھے، پھر بعد کے مجتہدین نے ان دو میں سے کسی ایک قول پر اجماع کر لیا۔ اجماع کا یہ مرتبہ تمام مراتب میں سب سے ادنیٰ مرتبہ ہے۔ اس قسم کا اجماع خبر واحد کی طرح

ہے جس کی بنیاد پر عمل کرنا تو واجب ہوتا ہے لیکن یہ مرتبہ (ایسے) علمِ یقین کا فائدہ نہیں دیتا (جس کی بنیاد پر ہم اس کے منکر کو کافر یا گمراہ کہہ سکیں۔)

مثال:

اُمِّ ولد کی بیع بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں جائز ہے اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں جائز نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد مجتہدین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ام ولد کی بیع جائز نہیں۔

چنانچہ شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق الحنفی المعروف "ملاجیون" (ت1130ھ) لکھتے ہیں:

نَظِیْرُہٗ مَسْأَلَۃُ بَیْعِ أُمِّ الْوَلَدِ. فَإِنَّہٗ عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ لَا یَجُوْزُ، وَعِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ یَجُوْزُ ثُمَّ بَعْدَ ذٰلِكَ أَجْمَعُوْا عَلٰی عَدَمِ جَوَازِ بَیْعِهَا

نور الانوار: ص232

ترجمہ: اس کی نظیر ام ولد کی بیع (کے جواز و عدمِ جواز) کا مسئلہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں ام ولد کی بیع جائز نہیں جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں ام ولد کی بیع جائز ہے۔ پھر صحابہ کرام کے اس اختلاف کے بعد بعد کے مجتہدین نے ام ولد کی بیع کے عدمِ جواز پر اجماع کر لیا۔

فائدہ: "اُمِّ ولد" اس باندی کو کہتے ہیں جس سے اس کا مالک ہم بستر ہوا اور اس سے اولاد پیدا ہو گئی ہو۔

فائدہ نمبر 1:

اجماع کی ایک تقسیم؛ اجماع کرنے والے حضرات کے اعتبار سے ہے اور اس اعتبار سے اجماع کی دو قسمیں ہیں:

1: اجماع کلی

2: اجماع اکثری

اور اجماع کی دوسری تقسیم؛ اجماع کے مراتب کے پیشِ نظر اجماع کے حکم کے اعتبار سے ہے اور اس اعتبار سے اجماع کی چار قسمیں ہیں:

[1]: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قولی اجماع

[2]: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سکوتی اجماع

[3]: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کا اجماع (جس میں صحابہ کا اختلاف منقول نہ ہو)

[4]: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کا اجماع (جس میں سابق مجتہدین کا اختلاف منقول ہو)

فائدہ نمبر 2:

اجماع کی مذکورہ تقسیم سے معلوم ہوا کہ ہر اجماع کا منکر کافر نہیں۔

فائدہ نمبر 3:

جس فن کی بات ہو گی اسی فن والوں کا اجماع معتبر ہو گا۔ اگر علم الکلام کی بات ہو تو متکلمین کا اعتبار ہو گا، علم تفسیر کی بات ہو تو مفسرین کا اعتبار ہو گا، علم حدیث کی بات ہو تو محدثین کا اعتبار ہو گا اور علم تصوف کی بات ہو تو مشائخ طریقت کا اعتبار ہو گا۔

امام نظام الدین ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی الحنفی (ت 335ھ) فرماتے ہیں:

وَالْمُعْتَبَرُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ إِجْمَاعُ أَهْلِ الرَّأْيِ وَالاِجْتِهَادِ فَلَا يُعْتَبَرُ بِقَوْلِ الْعَوَامِ وَالْمُتَكَلِّمِ وَالْمُحَدِّثِ الَّذِيْ لَا بَصِيْرَةَ لَهٗ فِيْ أُصُوْلِ الْفِقْهِ

اصول الشاشی: ص196

ترجمہ: فقہی مسائل میں مجتہدین اہل رائے حضرات کا اجماع معتبر ہے۔ عوام، متکلمین اور وہ حضرات جو محض محدث ہیں، فقیہ نہیں ہیں تو فقہی مسائل میں ان کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اجماع کا سب سے پہلا منکر:

اس دنیا میں سب سے پہلے اجماع کا انکار ابلیس نے کیا ہے۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ

سورۃ ص: 73،74

ترجمہ: تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، مگر ابلیس نے سجدہ سے انکار کر دیا۔

منکر اجماع کی سزا:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا

(سورۃ النساء:115)

ترجمہ: جو شخص ہدایت واضح ہونے کے باوجود رسول کی مخالفت کرے اور ایمان والوں سے ہٹ کر الگ راستہ پر چلے تو ہم اسے اس کے اختیار کردہ راستہ پر چلا دیتے ہیں اور اسے جہنم میں داخل کریں گے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں منکر اجماع کی دو سزائیں بیان کی گئی ہیں:

1: دنیا میں ہدایت نہیں ملتی۔

2: آخرت میں اس کو جنت نہیں ملتی۔

شبہ:

اس آیت سے تو معلوم ہو رہا ہے کہ منکرِ اجماع کو ہدایت نہیں ملتی جبکہ مشاہدہ یہ ہے کہ بعض منکرین اجماع ہدایت پر آ جاتے ہیں۔ اس لیے یہ مشاہدہ تو آیت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

جواب:

منکرِ اجماع کی دو قسمیں ہیں:

1: ایسا منکرِ اجماع جو دلیل نہ ملنے کی وجہ سے انکار کرتا ہے۔ ایسے منکر کو اگر دلیل مل جائے تو وہ مان لیتا ہے اور ہدایت پر آ جاتا ہے۔ آیت میں یہ شخص مراد نہیں اس لیے اس کا ہدایت پر آ جانا اس آیت کے خلاف نہیں۔

2: ایسا منکرِ اجماع جو دلیل نہ ملنے کی وجہ سے نہیں بلکہ محض ضد اور عناد کی وجہ سے انکار کرتا ہے۔ ایسے شخص کو اگر دلیل مل بھی جائے تب بھی وہ انکار کرتا ہے اور ہدایت پر نہیں آتا۔ آیت میں منکرِ اجماع سے مراد یہی شخص ہے۔

فاسد العقیدہ کے انکار سے اجماع متاثر نہیں ہوتا:

اگر کسی عقیدہ پر اہل حق متفق ہو جائیں تو بعض فاسد العقیدہ لوگوں کے انکار سے نہ تو اس عقیدہ کی حقانیت پہ

کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ ہی اجماع کی حجیت پر۔

چنانچہ علامہ مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں:

وَالْاِجْمَاعُ الْمُنْعَقِدُ عَلٰى ذٰلِكَ عَلٰى مَا مَرَّ وَالْخَوَارِجُ خَوَارِجُ عَمَّا انْعَقَدَ عَلَيْهِ الْاِجْمَاعُ فَلَا اِعْتِدَادَ بِهِمْ

شرح العقائد النسفیۃ: ص 282

ترجمہ: مرتکب کبیرہ کے کافر نہ ہونے کی ایک دلیل اجماع امت بھی ہے، خوارج اس اجماع سے الگ ہیں مگر ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

مثال:

اس بات پر اجماع ہے کہ مرتکب کبیرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ فرماتے ہیں:

اِجْمَاعُ الْاُمَّةِ مِنْ عَصْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا بِالصَّلٰوةِ عَلٰى مَنْ مَاتَ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ وَالدُّعَاءِ وَالْاِسْتِغْفَارِ لَهُمْ مَعَ الْعِلْمِ بِارْتِكَابِهِمُ الْكَبَائِرَ بَعْدَ الْاِتِّفَاقِ عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ لَا يَجُوْزُ لِغَيْرِ الْمُؤْمِنِ

شرح العقائد النسفیہ ص 281

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک سے لے کر آج تک امت اس بات پر متفق چلی آرہی ہے کہ جو اہل قبلہ (مسلمان) بغیر توبہ کے فوت ہو جائے اور لوگوں کو معلوم بھی ہو کہ وہ مرتکب کبیرہ تھا تب بھی اس کا جنازہ ادا کرنا اور اس کے حق میں دعا اور استغفار کرنا جائز ہے۔ اور اس بات پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ غیر مسلم کا نماز جنازہ ادا کرنا اور اس کی بخشش کی دعا کرنا جائز نہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ ِالنَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

باب رابع؛ قیاسِ شرعی

چوتھے باب میں درج ذیل دو فصول ہیں:

فصلِ اول: اس فصل میں قیاس کی تعریف اور قیاس کے ارکان کو بیان کیا گیا ہے۔

فصلِ ثانی: اس فصل میں قیاس کے جواز؛ اور حجیت کو دلائل سے واضح کیا گیا ہے۔

[4]: قیاسِ شرعی

فصلِ اوّل

اجتہاد کے ذریعے مسائل کا استنباط اور قیاس کے ذریعے مسائل کا حل شریعت مبارکہ سے ثابت ہے۔ اس حوالے سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (ت:18ھ) کا واقعہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث السَّجِسْتانی رحمہ اللہ (ت:275ھ) نے اس واقعہ کو حسب ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَرَادَ اَنْ یَّبْعَثَ مُعَاذًا اِلَی الْیَمَنِ قَالَ: کَیْفَ تَقْضِیْ اِذَا عَرَضَ لَکَ قَضَاءٌ قَالَ: اَقْضِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ قَالَ: فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ: فَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَالَ: فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَلَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ: اَجْتَہِدُ بِرَأْیِیْ وَلَا آلُوْ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَدْرَہٗ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِمَا یَرْضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ

سنن ابی داؤد: حدیث نمبر:3594

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بطور حاکم بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو پوچھا کہ جب تمہارے پاس کوئی معاملہ آئے گا تو کیسے فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں کتابُ اللہ کے ذریعے فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اگر تم نے کتاب اللہ میں نہ پایا تو کیا کرو گے؟ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا کہ اگر وہ مسئلہ قرآن و سنت دونوں میں نہ پاسکو تو پھر کیا کرو گے؟ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: تب میں رائے کے ذریعے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر (از راہِ محبت) ہاتھ مبارک مارا؛ اور فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے رسول کے قاصد کو ایسی بات کی توفیق بخشی جس نے اُس کے رسول کو راضی کر دیا۔

اگر کسی مسئلے کا حکم قرآن کریم میں نہ ہو، اور نہ ہی اس کا حل حدیث پاک اور اجماعِ امت میں ہو، تو ایسی صورت میں فقہاء کرام اور مجتہدین عظام رحمہم اللہ اجتہاد کے ذریعے اُس درپیش مسئلہ کی علت اخذ کرتے ہیں، پھر

نصوص میں سے جس مسئلہ میں وہی علت پائی جاتی ہے تو اشتراکِ علت کی بناء پر نص والا حکم اُس درپیش مسئلہ پر بھی لگادیتے ہیں، اس عمل کو قیاسِ شرعی کہا جاتا ہے۔

امام نظام الدین ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی رحمہ اللہ (ت 325ھ) تحریر فرماتے ہیں:

اَلْقِيَاسُ الشَّرْعِيُّ: هُوَ تَرَتُّبُ الْحُكْمِ فِيْ غَيْرِ الْمَنْصُوْصِ عَلَيْهِ عَلٰى مَعْنًى هُوَ عِلَّةٌ لِذٰلِكَ الْحُكْمِ فِي الْمَنْصُوْصِ عَلَيْهِ

اصول الشاشی ص:251

ترجمہ: منصوص علیہ (جس چیز کا حکم نص سے ثابت ہو) کے حکم کو علت اور معنیٰ جامع کی بنیاد پر غیر منصوص علیہ (جس کا حکم نص سے ثابت نہ ہو) میں ثابت کرنے کا نام قیاسِ شرعی ہے۔

قیاس کی تعریف میں بنیادی طور پر چار چیزوں کا جاننا ضروری ہے، جنہیں ارکانِ قیاس کہا جاتا ہے۔ قیاس کے ارکان چار ہیں: اصل، فرع، علت اور حکم۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

1-اصل:

هُوَ الْحُكْمُ الثَّابِتُ فِيْ مَوْضِعِ النَّصِّ

المیزان فی اصول الفقہ ص:357

ترجمہ: وہ حکم جو نص (قرآن کریم، سنت رسول اور اجماع امت) کے ذریعے سے ثابت ہو۔

اصل کو مقیس علیہ بھی کہتے ہیں، یعنی وہ چیز جس پر کسی اور چیز کو قیاس کیا جائے۔ اس سے مراد وہ مسئلہ یا صورت ہے جو قرآن و سنت میں صراحتاً مذکور ہو یا اجماعِ امت سے ثابت ہو۔

2-فرع:

هُوَالشَّيْءُ الَّذِيْ طُلِبَ حُكْمُهٗ بِالتَّعْلِيْلِ

المیزان فی اصول الفقہ ص:357

ترجمہ: وہ چیز جس کا حکم قیاس کے ذریعے طلب (معلوم) کیا جائے۔

فرع کو "مقیس" بھی کہتے ہیں، یعنی وہ چیز جسے کسی اور پر قیاس کیا جائے۔ اس سے مراد وہ مسئلہ یا واقعہ ہے

جس کا نصوص میں صراحتاً ذکر نہ ہو۔

3-علت:

مَا أَثَّرَتْ حُكْماً شَرْعِيّاً

المیزان فی اصول الفقہ ص:357

ترجمہ: ایسا وصف جو شرعی حکم کو (کسی اور چیز میں) ثابت کرنے میں مؤثر ہو۔

علت سے ایسا جامع وصف مراد ہے جو اصل میں حکم کو ثابت کرے پھر (اشتراکِ علت کی بناء پر) وہی حکم فرع پر لگایا جائے۔

4-حکم:

تَعْدِيَةُ الْحُكْمِ الْمَنْصُوْصِ إِلٰى غَيْرِ الْمَنْصُوْصِ لِأَجْلِ عِلَّةٍ مُشْتَرَكَةٍ لِيَصِيْرَ حُكْمُهُمَا وَاحِدًا

علتِ مشترکہ کی وجہ سے منصوص والا حکم غیر منصوص میں ثابت کیا جائے، تاکہ دونوں کا حکم ایک ہو جائے۔

مثال:

خمر؛ یعنی انگوری شراب قرآن کریم کی رو سے حرام ہے، لیکن کھجور یا سبزی سے کشید کردہ شراب کا حکم نص (قرآن وسنت) میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں، تو انگوری شراب پر قیاس کرتے ہوئے ان پر بھی وہی حکم لگا دیا گیا کہ یہ بھی حرام ہیں۔ اس میں خمر (انگوری شراب) اصل یعنی مقیس علیہ ہے، کھجور یا سبزیات کی شراب فرع یعنی مقیس ہے، نشہ آور ہونا علت ہے اور حرام ہونا حکم ہے۔

آسان الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح شراب نشہ آور ہونے کی وجہ سے حرام ہے اسی طرح کھجور یا سبزیات کی شراب بھی حرام ہے کیوں کہ ان میں بھی نشہ موجود ہوتا ہے۔

مذکورہ وضاحت کی روشنی میں خلاصہ یہ ہوا کہ علت (وصف جامع) کے مشترک ہونے کی وجہ سے غیر منصوص مسئلہ میں منصوص والا حکم لگانے کو قیاس شرعی کہا جاتا ہے۔

فصلِ ثانی

ثبوتِ قیاس کے دلائل:

[1]: قیاس کا جواز قرآن کریم سے ثابت ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوْا بِهِ وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلٰى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيْلًا﴾

سورۃ النساء:83

ترجمہ: جب ان لوگوں کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو یہ اسے (بغیر تحقیق کیے) پھیلا دیتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اس خبر کو رسول کے پاس لے جاتے یا اولی الامر (فقہائے کرام) کے پاس لے جاتے تو جو لوگ تحقیق کرنے والے ہیں وہ اس بات کی تہہ تک پہنچ جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں مدینہ منورہ میں بعض ایسی خبریں کہیں سے آجاتی تھیں جس سے بدامنی پیدا ہو سکتی تھی۔ بعض لوگ ان باتوں کو بلا تحقیق آگے نقل کر دیتے تھے۔ ظاہر ہے اس طرزِ عمل سے انتہائی نقصان کا اندیشہ تھا، تو اس آیت کریمہ میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جب تک بات کی تحقیق نہ کر لی جائے اسے آگے پھیلانے سے گریز کیا جائے۔ تحقیق کے لیے یا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا جائے یا اولی الامر کی طرف مراجعت کی جائے۔

اُولی الْاَمْر سے مراد "فقہائے کرام" ہیں اور "استنباط" کا معنیٰ ہے کسی چیز کو اس کے ماخذ سے نکالنا جیسے کنویں سے پانی کو نکالا جاتا ہے۔ یہی معنیٰ قیاس میں موجود ہے کہ قیاس کے ذریعے بھی قرآن و سنت کی تہہ میں پایا جانے والا مسئلہ نکالا جاتا ہے۔ تو اس طرح یہ آیت کریمہ قیاس کے جواز اور حجت ہونے کی دلیل ہے۔

معروف مفسر علامہ نظام الدین حسن بن محمد بن حسین نیشاپوری (ت 850ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ الْقِيَاسَ حُجَّةٌ لِأَنَّهُمْ أُمِرُوْا أَنْ يَرْجِعُوْا فِيْ مَعْرِفَةِ الْوَقَائِعِ إِلٰى أُوْلِي الْأَمْرِ مِنَ الْمُسْتَنْبِطِيْنَ

تفسیر النیسابوری: ج3 ص38

ترجمہ: یہ آیت قیاس کے حجت ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ان لوگوں کو (جو بات کو بغیر تحقیق کے آگے پھیلا دیتے تھے) حکم دیا گیا ہے کہ پیش آمدہ واقعات کی معرفت کے لیے ان اولی الامر کی طرف رجوع کریں جو مسئلہ کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں۔

علامہ سید ابو الثناء محمود آلوسی آفندی بغدادی الحنفی (ت 1270ھ) لکھتے ہیں:

وَالْحَقُّ أَنَّ الْآيَةَ دَلِيْلٌ عَلٰى إِثْبَاتِ الْقِيَاسِ

روح المعانی: ج4 ص106

ترجمہ: حق بات یہ ہے کہ یہ آیت قیاس کو ثابت کرنے کی دلیل ہے۔

[2]: روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینے کو کُلی کرنے پر قیاس کر کے روزہ نہ ٹوٹنے کا حکم لگانا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ حدیث مبارک روایت کرتے ہیں:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ هَشِشْتُ فَقَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَنَعْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا عَظِيْمًا قَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ. قَالَ: أَرَأَيْتَ لَوْ مَضْمَضْتَ مِنَ الْمَاءِ وَأَنْتَ صَائِمٌ. قَالَ عِيْسَى بْنُ حَمَّادٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ قُلْتُ لَا بَأْسَ بِهٖ

سنن ابی داؤد: 2385

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ فرطِ مسرّت میں روزہ کی حالت میں؛ میں نے اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا، میں نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ! آج مجھ سے ایک بہت بڑی غلطی سرزد ہو گئی ہے کہ روزہ کی حالت میں؛ میں نے بوسہ لے لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلا بتلاؤ اگر تم روزہ کی حالت میں پانی سے کلی کر لو تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

حضرت عیسیٰ بن حماد رحمہ اللہ نے اپنی حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ کیا کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا: اس میں تو کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ کو کلی پر قیاس فرمایا ہے کہ جس طرح روزہ کی حالت میں کلی کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ایسے ہی روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

[3]: منزلِ مقصود پر پہنچنے سے پہلے نماز ادا کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اجتہاد و قیاس کا مختلف ہونا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَأَدْرَكَ بَعْضُهُمْ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّيْ حَتّٰى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّيْ .... فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ

صحیح البخاری: ج2 ص591 باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ و سلم من الأحزاب

ترجمہ: غزوہ خندق کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی آدمی بھی بنو قریظہ کی طرف پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھے، راستے میں عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ارشاد فرمایا کہ ہم تو بنو قریظہ پہنچ کر ہی نماز پڑھیں گے جب کہ بعض نے کہا ہم تو (اسی جگہ) نماز پڑھیں گے (پھر انہوں نے اسی جگہ نماز ادا کر لی)۔ بعد میں جب یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی (فریق) کو بھی مَوردِ الزام نہیں ٹھہرایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں جماعتوں کو برحق قرار دیا، کسی پر بھی نکیر نہیں فرمائی۔

[4]: نماز کا اِعادہ کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے اجتہاد و قیاس کا مختلف ہونا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلَيْنِ تَيَمَّمَا وَصَلَّيَا ثُمَّ وَجَدَا مَاءً فِي الْوَقْتِ فَتَوَضَّأَ أَحَدُهُمَا وَعَادَ لِصَلَاتِهٖ مَا كَانَ فِي الْوَقْتِ وَلَمْ يُعِدِ الْآخَرُ فَسَأَلَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ لِلَّذِيْ لَمْ يُعِدْ أَصَبْتَ السُّنَّةَ وَأَجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ وَقَالَ لِلْآخَرِ أَمَّا أَنْتَ فَلَكَ مِثْلُ سَهْمِ جَمْعٍ

سنن النسائی: ج2 ص74، 75 باب التیمم لمن یجد المآء بعد الصلوٰۃ

ترجمہ: (صحابہ کرام میں سے) دو آدمیوں نے تیمم کر کے نماز ادا کر لی پھر نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے پانی مل گیا تو

ایک صحابی نے وضو کرکے نماز دوبارہ پڑھ لی، لیکن دوسرے نے نماز دوبارہ نہیں پڑھی۔ بعد میں دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ نماز نہ پڑھنے والے صحابی سے فرمایا: اجتہاد آپ کا درست ہے اور آپ کی (پہلے والی) نماز کافی ہے اور دوسرے سے فرمایا: آپ کو دو نمازوں کا اجر ملے گا۔

دیکھیے! دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا اور ہر ایک کا عمل مختلف تھا، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے عمل کو درست قرار دیا۔

[5]: وضو کی حالت میں شرم گاہ کے چھونے کو دوسرے اعضاء پر قیاس کرکے وضو نہ ٹوٹنے کا حکم لگانا:

☆ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَا أُبَالِيْ إِيَّاهُ مَسِسْتُ أَوْ أَنْفِيْ

شرح معانی الآثار: حدیث نمبر 447

ترجمہ: میں اس میں فرق نہیں سمجھتا کہ میں اس (شرم گاہ) کو مَس کروں یا اپنی ناک کو ہاتھ لگاؤں۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا أُبَالِيْ أَنْفِيْ مَسِسْتُ أَوْ أُذُنِيْ أَوْ ذَكَرِيْ

ترجمہ: میں اس میں فرق نہیں سمجھتا کہ میں اپنی ناک کو مَس کروں یا اپنے کان یا اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگاؤں۔

شرح معانی الآثار: حدیث نمبر 450

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا أُبَالِيْ ذَكَرِيْ مَسِسْتُ فِيْ الصَّلَاةِ أَوْ أُذُنِيْ أَوْ أَنْفِيْ

شرح معانی الآثار: حدیث نمبر 451

ترجمہ: میں اس میں فرق نہیں سمجھتا کہ میں دورانِ نماز اپنی شرم گاہ کو مَس کروں یا اپنی ناک یا کان کو ہاتھ لگاؤں۔

☆ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا أُبَالِيْ إِيَّاهُ مَسِسْتُ أَوْ أَنْفِيْ

شرح معانی الآثار: حدیث نمبر 455

ترجمہ: میں اس میں فرق نہیں سمجھتا کہ میں اس (شرم گاہ) کو مَس کروں یا اپنی ناک کو ہاتھ لگاؤں۔

دیکھیے! یہاں حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم نے شرم گاہ کو دیگر اعضاء یعنی ناک اور کان پر قیاس فرمایا کہ جس طرح اپنی ناک، کان یا آنکھ وغیرہ کو ہاتھ لگانے سے باوضو آدمی کا وضو نہیں ٹوٹتا، اسی طرح اپنی شرم گاہ کو چُھونے سے بھی اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، یعنی جس طرح ناک اور کان کو چُھونا ناقضِ وضو نہیں اسی طرح شرم گاہ کو چُھونا بھی ناقضِ وضو نہیں۔

فائدہ:

فقہاءِ احناف کا موقف یہی ہے کہ اگر کوئی باوضو شخص اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگالے تو اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، اس موقف پر دلیل وہ احادیث مبارکہ ہیں وہ سطور بالا میں درج ہیں۔ البتہ بعض روایات میں وارد ہے کہ جو شخص اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگائے تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کرلے۔

ایسی روایات کا مطلب یہ ہے کہ شرم گاہ کو ہاتھ لگانے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے یا پھر ایسا کام کرنے والا کم از کم اپنے ہاتھ دھولے، کیوں کہ لغت کے لحاظ سے ہاتھ دھونے کو بھی وضو کہہ دیا جاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

مشق نمبر 4

سوال 1: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں:

1: حدیث پاک کی تعریف کیجیے۔

2: فعلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف لکھیے۔

3: حدیث اور سنت میں فرق کو کم از کم دو مثالوں کے ساتھ واضح کریں۔

4: حدیث صفتی کسے کہتے ہیں؟ تعریف قلم بند کیجیے۔

5: اجماع قولی اور اجماع سکوتی کی تعریف سپردِ قلم کیجیے۔

6: قیاس کے ارکان کتنے اور کون کون سے ہیں؟

7: یمن کی طرف تشکیل کے وقت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو گفتگو فرمائی، اس کا خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

سوال 2: درست جواب پر نشان لگائیں:

1: دین میں سنت کا معنٰی ہے:

جاری راستہ　　جاری پانی　　جاری طریقہ

2: کسی عمل کے سنت بننے کی بنیادی شرائط ہیں:

تین　　پانچ　　چار

3: شروع اسلام میں اونٹ کی قربانی میں شریک ہو سکتے تھے:

بارہ آدمی　　دس آدمی　　سات آدمی

4: امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجتہدین کا کسی زمانہ میں کسی حکم شرعی پر اتفاق کر لینا کہلاتا ہے:

قیاسِ شرعی　　اصلاحِ امت　　اجماعِ امت

5: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات کہنے پر اتفاق کرنا کہلاتا ہے:

اجماعِ اکثری　　　اجماعِ سکوتی　　　اجماعی قولی

6: اجماع کے مراتب ہیں:

چار　　　چھ　　　دو

7: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قولی اجماع کے منکر کا حکم یہ ہے کہ وہ:

فاسق ہے　　　کافر ہے　　　منافق ہے

8: سب سے پہلے اجماع کا انکار کیا:

فرعون نے　　　قارون نے　　　ابلیس نے

سوال 3: مناسب اور درست لفظ کے ساتھ خالی جگہ پُر کیجیے:

1: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صادر ہونے والے کسی قول یا عمل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت فرمانا یا نکیر کا اظہار نہ کرنا........... کہلاتا ہے۔

2: وہ مبارک اَقوال و الفاظ جو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہوں، انہیں........... کہتے ہیں۔

3: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نواسی؛ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی........... بنتِ اِبی العاص کو اٹھا کر نماز ادا کی تھی۔

4: حدیث مبارک پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کا انکار کرنا........... ہے۔

5: فقہاء کرام رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ نماز سے باہر ہنسنا........... کو زائل نہیں کرتا۔

6: وہ چیز جس پر کسی اور چیز کو قیاس کیا جائے اسے........... کہتے ہیں۔

7: .... کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی آدمی بھی بنو قریظہ کی طرف پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھے۔

8: وضو کی حالت میں........... کے چُھونے کو دوسرے اعضاء پر قیاس کرکے وضو نہ ٹوٹنے کا حکم لگانا۔

9: اُولی الاَمْر سے مراد........... ہیں۔

باب خامس؛ تعارفِ کتب

پانچواں باب درج ذیل دو فصول پر مشتمل ہے:

فصلِ اول: اس میں اصولِ فقہ اور قواعدِ فقہیہ کی چند اہم اور بنیادی کتب کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

فصلِ ثانی: اس فصل میں فقہ اور فتاویٰ کی چند کتب کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔

[5]: اصولِ فقہ اور فقہ کی چند کتب کا تعارف

فصلِ اول؛ اصولِ فقہ کی کتب

اس باب میں ان شاء اللہ درج ذیل گیارہ اہم اور بنیادی کتب کا تعارف پیش کیا جائے گا:

[1]: اصول الشاشی

[2]: اصول الکرخی

[3]: الفصول فی الاصول

[4]: تقویم الاَدِلّة في أصول الفقه

[5]: تأسيس النظر

[6]: کنز الوصول الی معرفة الاصول

[7]: اَلْمُحَرَّرُ فِي أُصولِ الفقه

[8]: اَلميزان فی أصول الفقه

[9]: منتخب الحُسَّامی

[10]: اَلْاَشباہ والنظائر

[11]: نور الانوار فی شرح المنار

[1]: اصول الشاشی:

اس کتاب کے مصنف علامہ نظام الدین ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی رحمہ اللہ (ت 325ھ) ہیں۔ آپ "شاش" نامی علاقہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ کے مایہ ناز فقیہ اور اصولی تھے۔ بعد میں مصر منتقل ہوئے اور وہاں عہدۂ قضاء پر فائز ہوئے۔ مصر میں آپ کا انتقال ہوا۔

"اصول الشاشی" اصولِ فقہ کی قدیم کتاب ہے، اس کو "خمسین" بھی کہا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب کو مکمل کیا تو ان کی عمر پچاس برس تھی۔ کتاب میں اختصار اور جامعیت کو ملحوظ رکھتے

ہوئے عنوان کے مطابق موقع بموقع مختلف مثالیں ذکر کی گئی ہیں، جس سے ان اصول و قواعد کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے اور ان کو سمجھنا سمجھانا اور یاد رکھنا بھی سہل ہو جاتا ہے۔ فقہاء کرام کے مابین اختلافی مسائل میں قوتِ دلیل کو ترجیح کی بنیاد قرار دیا گیا ہے، یعنی جس فقیہ کی دلیل مضبوط اور قوی ہو اس کا موقف راجح قرار پاتا ہے۔ یہ کتاب سال ہا سال سے دینی مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔

[2]: اصول الکرخی:

مصنف کا نام امام ابو الحسن عبید اللہ بن الحسین رحمہ اللہ (ت 340ھ) ہے۔ آپ کی ولادت دریائے دجلہ کے قریب علاقہ کرخ میں ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ دل آویز شخصیت کے مالک تھے، ظاہری و باطنی اوصاف سے مالا مال تھے۔ مجتہد فی المسائل، فقیہ النفس اور فقہی اصول و قواعد پر مکمل دسترس رکھنے والے تھے۔ اپنے زمانہ کے نامورَ علماء و مشائخ سے علمی استفادہ کیا، جن میں خاص طور پر امام ابو سعید البروعی رحمہ اللہ قابل ذکر ہیں جو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پوتے اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ کثیر تعداد میں طلباء دین آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر علوم و معارف سے فیض یاب ہوتے، امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص رحمہ اللہ (ت 370ھ) جیسی نابغۂ روزگار شخصیت بھی آپ کے تلامذہ میں شامل ہے۔

اصول الکرخی میں مصنف رحمہ اللہ نے جو اصول و قواعد بیان کیے ہیں ان کو فقہاء احناف رحمہم اللہ نے فقہی مسائل کی بنیاد بنایا ہے۔ اصول الکرخی ایک مختصر رسالہ ہے جس میں تحریر کردہ اصولوں کی تعداد انتالیس (39) ہے، امام ابو حفص عمر بن محمد بن احمد النسفی رحمہ اللہ نے ان قواعد پر مثالوں کی تخریج کی ہے۔ دار ابن زیدون بیروت نے تاسیس النظر کے آخر میں اصول الکرخی کو طبع کیا ہے۔

[3]: الفصول فی الأصول:

امام ابو بکر احمد بن علی بن حسین الرازی الجصاص رحمہ اللہ (ت 370ھ) اس کتاب کے مصنف ہیں۔ آپ نے علم الفقہ امام ابو الحسن الکرخی رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔ علم الحدیث میں آپ کے مشائخ میں نمایاں طور پر امام ابو حاتم اور امام عثمان دارمی رحمہما اللہ شامل ہیں۔ آپ مجتہد وقت، علامہ عصر، حافظ الحدیث اور صاحب عفت و دیانت تھے۔ اپنے دور کے ممتاز مناظر اور ماہر اصولی تھے۔

آپ نے مختلف علوم وفنون میں کئی ایک کتب تصنیف فرمائیں، خصوصاً علم تفسیر میں "احکام القرآن" علم الفقہ میں "کتاب ادب القاضی" اور علم اصول الفقہ میں "الفصول فی الاصول" قابلِ ذکر ہیں۔ نیشاپور میں آپ کا انتقال ہوا۔

"الفصول فی الاصول" میں مصنف نے اصول الفقہ کے قواعد کو جمع کیا ہے۔ یہ کتاب چوّن (54) ابواب اور آٹھ (8) فصول پر مشتمل ہے۔ تعریفات مختصر اور جامع ہیں، ناسخ اور منسوخ پر مفصل کلام کیا ہے، اور اجماعِ امت اور اس کی حجیت وعدم حجیت پر بھی بے غبار بحث کی ہے۔ دار الکتب العلمیہ بیروت کی جانب سے یہ کتاب دو جلدوں میں طبع کی گئی ہے۔

[4]: تقويم الأَدِلَّة في أصول الفقه:

مصنف کا نام امام ابو زید عبید اللہ بن عمر بن عیسیٰ الدبوسی رحمہ اللہ (ت430ھ) ہے۔ "دبوسہ" نامی علاقہ میں آپ کی ولادت ہوئی، جو "بخارا" اور "سمرقند" کے درمیان واقع ہے۔ احناف کے جلیل القدر فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ قدرت نے آپ کو بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔ مختلف علوم وفنون میں آپ کو مہارت حاصل تھی۔ علم الفقہ، علم اصول الفقہ، علم مناظرہ اور مسائل کے استخراج واستنباط میں آپ کو خوب ملکہ حاصل تھا۔ بخارا میں آپ کا انتقال ہوا۔

"تقويم الأدلة في أصول الفقه" کا آغاز مصنف نے اَدِلّہ شرعیہ (شرعی دلائل) سے کیا ہے اور اختتام اَدِلّہ عقلیہ (عقلی دلائل) پر کیا ہے۔ آپ نے قیاس سے متعلق مختلف پہلوؤں پر بہترین اور جان دار بحث، جب کہ تقلید اور اس کی اقسام پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ نیز ایک ایک اصل اور قاعدے کے تحت متعدد مسائل کا استنباط و استخراج کیا ہے جو کہ آپ کی فقہی مہارت کی واضح دلیل ہے۔

یہ کتاب تیرہ (13) فصول اور تِراسی (83) ابواب پر مشتمل ہے۔ زیرِ بحث نسخہ ایک جلد پر مشتمل ہے جسے قدیمی کتب خانہ نے طبع کیا ہے۔

[5]: تأسيس النظر:

مصنف کا نام امام ابو زید عبید اللہ بن عمر بن عیسیٰ الدبوسی رحمہ اللہ (ت430ھ) ہے۔ "تقويم الأدلة في

أصول الفقه'' کے علاوہ زیرِ تذکرہ کتاب ''تاسیس النظر'' بھی آپ کی تصنیف ہے۔

''تاسیس النظر'' کا طرزِ تحریر سلیس اور جان دار ہے۔ آپ نے اَبحاث کو آٹھ ابواب میں منفرد انداز سے تقسیم کیا ہے:

''پہلے باب'' میں وہ اصول بیان کیے ہیں جن میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین (امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم اور امام محمد بن حسن الشیبانی) رحمہا اللہ کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے۔

''دوسرے باب'' میں وہ اصول بیان کیے ہیں جو شیخین (امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف) رحمہا اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے درمیان اختلافی ہیں۔

''تیسرے باب'' میں وہ اصول مذکور ہیں جن میں طرفین (امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد) رحمہا اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے درمیان اختلاف ہے۔

''چوتھے باب'' میں ان اصولوں کا بیان ہے جو صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) رحمہا اللہ کے نزدیک باہم مختلف ہیں۔

''پانچویں باب'' میں امام محمد، امام حسن بن زیاد اور امام زُفَر؛ رحمہم اللہ کے فقہی اصول و قواعد درج ہیں۔

''چھٹے باب'' میں ان اصولوں پر بحث کی گئی ہے جو حنفی اور مالکی فقہاء کرام کے درمیان مختلف ہیں۔

''ساتواں باب'' ایسے فقہی اصولوں پر مشتمل ہے جن میں امام محمد، امام حسن بن زیاد اور امام زُفَر رحمہم اللہ سے امام عبد الرحمٰن بن اَبی لیلیٰ رحمہ اللہ کا اختلاف ہے۔

''آٹھویں باب'' میں وہ اصول درج ہیں جو حنفی اور شافعی فقہاء کرام کے درمیان مختلف ہیں۔

مصنف رحمہ اللہ نے ہر قاعدہ اور اصول کے تحت بطورِ وضاحت متعدد مسائل ذکر کیے ہیں۔ زیرِ بحث نسخہ ایک جلد میں ہے، جسے دار ابن زیدون بیروت نے شائع کیا ہے۔

[6]: كنز الوصول إلى معرفة الأصول: [اصولِ بزدوی]

مصنف کا نام علی بن محمد بن حسین بن عبد الکریم البزدوی الحنفی رحمہ اللہ (ت 482ھ) ہے۔ آپ رحمہ اللہ کا لقب فخر الاسلام اور کنیت ابو الحسن ہے۔ آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے امام، فقیہ، اصولی، محدث اور مختلف علوم

کے جامع تھے۔ قدرت نے آپ کو بے پناہ خصوصیات سے نوازا تھا۔ مختلف علوم و فنون پر آپ کی گراں قدر تصنیفات موجود ہیں، جن میں قرآن کریم کی تفسیر کشف الاستار نمایاں ہے۔ اسی طرح امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ کی جامع صغیر اور جامع کبیر کی شروحات اور اصولِ فقہ پر زیرِ بحث کتاب "**كنز الوصول إلى معرفة الأصول**" بھی نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ یہ کتاب اصول البزدوی کے نام سے شہرت رکھتی ہے۔

اصول البزدوی میں امام بزدوی رحمہ اللہ نے تقریباً اِکاسی (81) ابواب ذکر کیے ہیں، سب سے پہلے نظم اور معنیٰ کی بیس (20) اقسام کا اجمالی ذکر کیا ہے، اس کے بعد سنت اور اس کی اقسام کا بیان ہے، پھر اجماع پر گفتگو ہے اور آخر میں قیاس کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

مذکورہ کتاب کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ احناف کا مذہب جن اصول و قواعد پر قائم ہے علامہ بزدوی رحمہ اللہ نے ان قواعد و ضوابط کی صحت پر قرآن و سنت اور اجماع و قیاس سے دلائل اور عربی اشعار سے مثالیں پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ احناف کا مذہب مضبوط اور پائیدار بنیادوں پر قائم ہے۔ یہ کتاب اصولِ فقہ کے ائمہ متقدمین و متأخرین کے نزدیک بہت ہی عمدہ کتاب ہے۔

[7]: اَلْمُحَرَّرُ فِي أُصولِ الفقه: [اصولِ سرخسی]

یہ کتاب شمس الائمہ محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی رحمہ اللہ (ت 483ھ) کی تصنیف ہے۔ آپ رحمہ اللہ کی ولادت خراسان کے علاقہ سَرْخَسْ میں ہوئی۔ اپنے زمانہ کے نامور متکلم، مناظر، محدث، فقیہ اور اُصولی تھے۔ ابتداء میں اپنے والد گرامی کے ساتھ تجارت کی غرض سے بغداد آئے۔ بعد میں آپ دینی علوم کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے، آپ کے اساتذہ کرام کی فہرست میں شمس الائمہ امام الحلوانی رحمہ اللہ کا نام نمایاں طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

بادشاہ وقت کے سامنے کلمۂِ حق کہنے کی پاداش میں آپ کو ایک کنویں میں محصور کر دیا گیا جس میں آپ کافی مدت تک قید رہے۔ آپ کی مشہور و مقبول تصنیف "المبسوط" اسی قید کے زمانہ کی یادگار ہے۔ آپ کے تلامذہ کنویں کے کنارے بیٹھ جاتے اور آپ کنویں کے اندر سے درس دیتے رہتے جسے تلامذہ لکھتے جاتے۔ اس طرح یہ ضخیم کتاب معرض وجود میں آئی جو؛ لگ بھگ پندرہ (15) جلدوں پر مشتمل ہے، جو کہ آپ کی فقاہت اور بے پناہ قوت

حفظ کی واضح دلیل ہے۔

علامہ ابو محمد عبد القادر بن ابی الوفاء محمد بن ابی الوفاء القرشی الحنفی رحمہ اللہ (ت 775ھ) تحریر فرماتے ہیں:

اَمْلَأَ الْمَبْسُوْطَ نَحْوَ خَمْسَةَ عَشَرَ مُجَلَّدًا وَهُوَ فِي السِّجْنِ بِأُوْزِجَنْدَ مَحْبُوْسٌ

الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ: ج2 ص28 رقم الترجمہ 85

ترجمہ: امام سرخسی رحمہ اللہ نے اوزجند میں قید کی حالت میں کتاب المبسوط املاء کروائی جو تقریباً پندرہ (15) جلدوں پر مشتمل ہے۔

قاضی محمد شریف الدین الحنفی رحمہ اللہ الجواہر المضیۃ کی درج بالا عبارت کے تحت لکھتے ہیں:

وَكَانَ يُمْلِيْ مِنْ خَاطِرِهٖ مِنْ غَيْرِ مُطَالَعَةِ كِتَابٍ وَهُوَ فِي السِّجْنِ بِأُوْزِجَنْدَ فِي الْجُبِّ. وَ اَصْحَابُهٗ فِي اَعْلَى الْجُبِّ

الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ: ج2 ص28 رقم الترجمہ 85

ترجمہ: امام سرخسی رحمہ اللہ نے اوزجند میں کنویں کے اندر قید کے دوران کسی کتاب کے مطالعہ کے بغیر محض اپنی قوتِ حافظہ کی بناء پر یہ کتاب املاء کروائی، آپ کے تلامذہ کنویں کے اوپر موجود ہوتے (جو آپ کا درس قلمبند کرتے رہتے)۔

اہلِ علم کے حلقہ میں المحرر فی أصول الفقه اپنے اصل نام کے بجائے أصول السرخسی کے نام سے زیادہ معروف ہے۔ یہ کتاب سترہ (17) ابواب اور چورانوے (94) فصول پر مشتمل ہے۔ کتاب کی ابتداء باب الأمر اور انتہاء باب الأهلية پر ہے۔ باب البیان میں بیان کی اقسام پر سیر حاصل کلام کیا ہے۔ باب معاني الحروف المستعملة في الفقه میں حروف کے معانی پر گہرائی اور گیرائی کے ساتھ کمال گفتگو کی ہے۔ یہ کتاب ایک جلد پر مشتمل ہے جسے مکتبہ دار الفکر بیروت نے طبع کیا ہے۔

[8]: الميزان فی أصول الفقه:

امام علاء الدین محمد بن عبد الحمید بن حسین بن حسن السمرقندی رحمہ اللہ (ت 552ھ) اس کتاب کے مصنف ہیں۔ سمرقند کی بستی اَسْمَنْد میں آپ کی ولادت ہوئی۔ علاء عالم کے لقب سے مشہور تھے۔ حصولِ علم کے لیے

وقت کے نامُوَر علماء و مشائخ کی خدمت میں حاضری دی اور نورِ علم سے خوب منوّر ہوئے۔

آپ بلند پایہ فقیہ تھے، آپ کی فقاہت اور علمی مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتاب "الہدایہ" کے مصنف امام ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل المرغینانی رحمہ اللہ (ت593ھ) آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ اصول فقہ میں بذل النظر اور المیزان فی اصول الفقہ آپ نے تصنیف کی ہیں۔

المیزان فی أصول الفقه ایک سو پچھتر (175) ابواب پر مشتمل ہے جس میں مصنف نے فقہ کے اُصول و قواعد کو جمع کیا ہے۔ مصنف نے باب الأخبار میں خبر کی اقسام کو خوب واضح کیا ہے اور اس کی حجیت و عدم حجیت پر لاثانی کلام کیا ہے۔ نسخ سے متعلق ابحاث پر بھی جامع گفتگو کی ہے اور اس کے علاوہ تقلیدِ صحابی پر بھی خوب روشنی ڈالی ہے۔ موجودہ نسخہ دار الکتب العلمیۃ بیروت سے طبع شدہ ہے جو ایک جلد پر مشتمل ہے۔

[9]: منتخب الحُسَّامی:

علامہ حسام الدین محمد بن محمد بن عمر اَلْاَخْسِیْکَثِیْ رحمہ اللہ (ت 644ھ) کی تصنیف ہے۔ مصنف کی تاریخ ولادت کتب التراجم میں مذکور نہیں۔ البتہ آپ کی جائے پیدائش فرغانہ کا علاقہ أَخْسِیْکَثْ ہے۔ مصنف مذہبِ احناف کے ممتاز فقیہ، متکلم، مناظر اور اصولی تھے۔ اصول اور فروع میں آپ کو مہارتِ تامّہ حاصل تھی۔ آپ کی تصانیف میں مفتاح العلوم، غایۃ التحقیق، دقائق الاصول اور اَلتَّبْیِیْن قابلِ ذکر ہیں۔

منتخب الحسامی میں مصنف نے ضرورت سے زائد الفاظ کے استعمال سے اجتناب کرتے ہوئے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ جو فقہی اصول و قواعد مُتَّفَق علیہ ہوں ان کو بیان کر کے جزئیات پر مثالیں پیش کی جائیں۔ آپ نے نقلی دلائل کو عقلی دلائل پر فوقیت دی ہے اور اسلوبِ تحریر شارحین کی طرح مفصَّل نہیں ہے بلکہ جامعیت کو ملحوظ رکھا ہے۔ قواعد کی تفہیم کے لیے عموماً مثالوں کی مکمل وضاحت کرنے کے بجائے رموز و اشارات استعمال کیے ہیں۔ یہ کتاب درسِ نظامی کے نصاب میں شامل ہے اور مکتبۃ البشریٰ کی طرف سے ایک جلد میں طبع کی گئی ہے۔

[10]: الاشباہ والنظائر:

دسویں صدی ہجری کے عظیم محقق اور فقیہ؛ علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (ت970ھ) کی تصنیف ہے۔ آپ کے آباء و اجداد میں ایک صاحب کا نام نُجَیْم تھا، ان کی طرف نسبت

کرتے ہوئے آپ کو "ابنِ نجیم" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اہلِ علم طبقہ میں آپ زین بن ابراہیم کے بجائے ابنِ نجیم کے نام سے زیادہ معروف ہیں۔ 926ھ کو مصر کے مشہور شہر قاہرہ میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ نے اپنے دور کے جید اور معروف صاحب علم و فضل حضرات کی خدمت میں رہ کر مختلف علوم وفنون حاصل کیے، خصوصاً علم فقہ اور علم اصولِ فقہ کے ساتھ آپ کو بہت زیادہ لگاؤ تھا، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو فقہ اور اصولِ فقہ میں خوب مہارت عطا کی۔ علم فقہ سے اپنے خصوصی تعلق اور بے پناہ لگاؤ کو آپ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

لِأَنَّ الْفِقْهَ أَوَّلُ فُنُوْنِيْ، طَالَ مَا أَسْهَرْتُ فِيْهِ عُيُوْنِيْ وَأَعْمَلْتُ بَدَنِيْ إِعْمَالَ الْجِدِّ مَا بَيْنَ بَصَرِيْ وَيَدِيْ وَظُنُوْنِيْ، وَلَمْ أَزَلْ مُنْذُ زَمَنِ الطَّلَبِ أَعْتَنِيْ بِكُتُبِهٖ قَدِيْمًا وَحَدِيْثًا، وَأَسْعٰى فِيْ تَحْصِيْلِ مَا هُجِرَ مِنْهَا سَعْيًا حَثِيْثًا، إِلٰى أَنْ وَقَفْتُ مِنْهَا عَلَى الْجَمِّ الْغَفِيْرِ، وَأَحَطْتُ بِغَالِبِ الْمَوْجُوْدِ فِيْ بَلَدِنَا (الْقَاهِرَةِ) مُطَالَعَةً وَتَأَمُّلًا بِحَيْثُ لَمْ يَفُتْنِيْ مِنْهَا إِلَّا النَّزْرُ الْيَسِيْرُ

الاشباہ والنظائر مقدمہ ص 21

ترجمہ: (جن علوم وفنون کو میں نے حاصل کیا ان میں سے) فقہ وہ پہلا فن ہے جس کو سیکھنے کے لیے بہت مدت میں نے اپنی آنکھوں کو بیدار رکھا (راتوں کی نیند قربان کی) اور اس فن کے حصول کے لیے میں نے اپنی آنکھوں، ہاتھوں اور اپنی سوچ و فکر کو خوب خوب استعمال کیا اور زمانہ طالب علمی ہی سے مجھے فقہ میں لکھی گئی قدیم و جدید ہر قسم کی کتاب پسند تھی۔ اس لیے جو کتب مجھے دستیاب نہ تھیں میں ہمہ وقت ان کے حصول کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ تلاش بسیار کے بعد میں ایسی بہت ساری کتابوں سے آگاہ ہوا جو نایاب ہو گئی تھیں۔ چنانچہ ہمارے شہر قاہرہ میں فقہ کے موضوع پر جتنی کتب موجود تھیں ان میں سے اکثر کا میں نے بغور مطالعہ کیا اور سوائے بہت کم کتابوں کے کوئی کتاب میری نظروں سے اوجھل نہ رہ سکی۔

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری و باطنی خوبیوں سے خوب خوب نوازا تھا، شیخ امام ابو المواہب عبد الوہاب بن احمد بن علی الشعرانی الشافعی (ت 973ھ) رحمہ اللہ آپ کے عمدہ اخلاق و اعلیٰ کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

صَحِبْتُهٗ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا رَأَيْتُ عَلَيْهِ شَيْئًا يَشِيْنُهٗ فِيْ دِيْنِهٖ وَحَجَجْتُ مَعَهٗ فِيْ سَنَةِ ثَلَاثٍ

وَّخَمْسِيْنَ وَتِسْعِمِائَةٍ فَرَأَيْتُهٗ عَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ مَعَ جِيْرَانِهٖ وغِلْمَانِهٖ ذَهَابًا وَ إِيَابًا مَعَ أَنَّ السَّفَرَ يُسْفِرُ عَنْ أَخْلَاقِ الرِّجَالِ

البحر الرائق: ترجمہ صاحب البحر ص 05

ترجمہ: میں نے دس سال کا عرصہ آپ کے ساتھ گزارا۔ اس پوری مدت میں آپ سے کوئی ایسا کام سرزد ہوتے نہیں دیکھا جو شریعت کی نگاہ میں معیوب ہو۔ اور 953ھ میں؛ مجھے آپ کی معیت میں حج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، دورانِ سفر آتے جاتے اپنے پڑوسیوں، غلاموں اور رفقاء کے ساتھ آپ کا رویہ اور برتاؤ بہت اعلیٰ پایا، حالانکہ سفر میں (عموماً) لوگوں کے اخلاق و مزاج بدل جاتے ہیں۔

"الاشباہ والنظائر" کا معنیٰ:

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد الحسینی المکی الحَمَّوِی المصری رحمہ اللہ (ت 1290ھ) لکھتے ہیں:

وَالْأَشْبَاهُ جَمْعُ شِبْهٍ وَالشِّبْهُ وَالشَّبِيْهُ: اَلْمَثَلُ وَالنَّظَائِرُ جَمْعُ نَظِيْرٍ وَهُوَ الْمَنَاظِرُ وَالْمَثَلُ وَالْمُرَادُ بِهَا الْمَسَائِلُ الَّتِيْ تُشْبِهُ بَعْضُهَا بَعْضًا مَعَ اخْتِلَافِهَا فِي الْحُكْمِ لِأُمُوْرٍ خَفِيَّةٍ أَدْرَكَهَا الْفُقَهَاءُ بِدِقَّةِ أَنْظَارِهِمْ

غمز عیون الابصار: ج1 ص38

ترجمہ: "اَلْاَشْباہ" جمع ہے شِبْہ کی، شبہ اور شبیہ کا معنیٰ ہے مانند اور یکساں ہونا۔ اور "النظائر" نظیر کی جمع ہے اس کا معنیٰ مثل، ہم شکل اور موافق ہونا ہے۔ الاشباہ والنظائر سے مراد ایسے مسائل ہیں جو دیکھنے میں ایک جیسے ہوتے ہیں مگر پوشیدہ امور کی وجہ سے حکم میں جدا جدا ہوتے ہیں، فقہاء کرام گہری نگاہ (اور صلاحیت و مہارت) کے ذریعے ان مخفی وجوہات تک رسائی کر لیتے ہیں۔

لغت کے اعتبار سے یہ دونوں الفاظ (الاشباہ اور النظائر) ہم معنیٰ اور مترادف ہیں اور ان میں سے ایک کا دوسرے پر عطف، یہ "عطف ترادف" کے قبیل سے ہے۔

"الاشباہ والنظائر" لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ دسویں صدی ہجری کے فقیہ ہیں، آپ کے زمانہ سے پہلے بھی فقہ اور اصولِ فقہ کے

عنوان پر بے شمار کتابیں لکھی جاچکی تھیں۔ آخر کیا وجہ بنی جس نے آپ کو "الاشباہ والنظائر" لکھنے پر آمادہ کیا؟ آپ نے خود ہی اس بات سے پردہ اٹھایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

وَإِنَّ الْمَشَايِخَ الْكِرَامَ قَدْ أَلَّفُوْا مَا بَيْنَ مُخْتَصَرٍ وَمُطَوَّلٍ مِنْ مُتُوْنٍ وَشُرُوْحٍ وَفَتَاوٰى، وَاجْتَهَدُوْا فِي الْمَذْهَبِ وَالْفَتْوٰى وَحَرَّرُوْا وَنَقَّحُوْا، شَكَرَ اللهُ سَعْيَهُمْ، إِلَّا أَنِّيْ لَمْ أَرَ لَهُمْ كِتَابًا يَحْكِيْ كِتَابَ الشَّيْخِ تَاجِ الدِّيْنِ السُّبْكِيِّ الشَّافِعِيِّ مُشْتَمِلًا عَلٰى فُنُوْنٍ فِي الْفِقْهِ. وَقَدْ كُنْتُ لَمَّا وَصَلْتُ فِيْ شَرْحِ الْكَنْزِ إِلٰى تَبْيِيْضِ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ، أَلَّفْتُ كِتَابًا مُخْتَصَرًا فِي الضَّوَابِطِ وَالِاسْتِثْنَاءَاتِ مِنْهَا، سَمَّيْتُهٗ بِـ"الْفَوَائِدِ الزَّيْنِيَّةِ فِي الْفِقْهِ الْحَنَفِيَّةِ" وَصَلَ إِلٰى خَمْسِمِائَةِ ضَابِطَةٍ، فَأُلْهِمْتُ أَنْ أَصْنَعَ كِتَابًا عَلَى النَّمَطِ السَّابِقِ مُشْتَمِلًا عَلٰى سَبْعَةِ فُنُوْنٍ

الاشباہ والنظائر مقدمہ ص20

ترجمہ: "ہمارے مشائخ اور فقہاء کرام رحمہم اللہ اپنے اپنے انداز میں فقہ کے عنوان پر اگرچہ چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ ان کتابوں میں متون، شروحات اور فتاوی سب شامل ہیں لیکن ان کتابوں میں کوئی ایسی کتاب مجھے دیکھنے میں نہیں ملی جو علامہ تاج الدین سبکی الشافعی رحمہ اللہ کی اس کتاب جیسی ہو جو فقہی فنون پر مشتمل ہو۔ چنانچہ جب میں اپنی کتاب "شرح الکنز" [یعنی البحر الرائق] کے "باب البیع الفاسد" تک پہنچا تو اس دوران فقہی قواعد وضوابط پر مشتمل ایک مختصر سی کتاب لکھی جس کا نام "الفوائد الزینیة فی فقه الحنفیة" تجویز کیا۔ میں نے اس کتاب میں 500 فقہی قواعد وضوابط تحریر کیے اس کے بعد میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اسی "فوائد الزینیۃ" کے طرز پر ایک اور کتاب لکھی جائے جو سات فنون پر مشتمل ہو۔"

کتاب کے سات فنون پر ایک نظر:

کتاب کے سات فنون کا مختصراً تذکرہ حسبِ ذیل ہے:

الفن الأول؛ القواعد الكلية:

یہ پہلا فن ہے، اس فن کو صاحب کتاب نے دو انواع میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی نوع میں 6 قواعد جب کہ دوسری نوع میں کل 19 قواعد بیان کیے گئے ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک قاعدہ مختلف اصول و قواعد پر مشتمل ہے۔

الفن الثاني؛ الفوائد:

دوسرے فن میں مصنف رحمہ اللہ نے کتب فقہ کی طرز پر (یعنی کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج وغیرہ) ہر باب کے اہم مسائل کے فوائد مخصوص انداز میں ذکر کیے ہیں۔

الفن الثالث؛ الجَمْع والفَرق:

تیسرے فن میں بتایا گیا ہے کہ باہم ملتے جلتے مسائل کہاں متحد اور کس مقام پر مختلف ہوتے ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ نے اس فن کی اہمیت کو یوں بیان فرمایا کہ اس فن میں ایسے مسائل و احکام بیان کیے گئے ہیں جو کثرت سے پیش آتے رہتے ہیں، ان اصول و قواعد سے بے خبر رہنا ایک فقیہ و مفتی کے شایانِ شان نہیں۔ نیز اسی فن میں ایک خاتمہ بھی ہے جس کے تحت بہت سے اہم قواعد و فوائد ذکر کیے گئے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس تیسرے فن کی تکمیل مصنف رحمہ اللہ نے خود نہیں کی بلکہ آپ کے بھائی علامہ عمر بن نجیم رحمہ اللہ نے اس فن کو مکمل کیا تھا۔

الفن الرابع؛ اَلْاَلْغاز:

اَلغاز؛ لَغز کی جمع ہے۔ لغز پہیلی کو کہتے ہیں۔ پڑھنے والے کے ذہن کو تازگی دینے اور آسان طریقے سے فقہ سے مناسبت پیدا کرنے کی غرض سے مصنف رحمہ اللہ نے فقہی مسائل کو پہیلی کے طرز پر بیان کیا ہے اس فن میں بھی موصوف نے کتب فقہ والی ترتیب ملحوظ رکھی۔

الفن الخامس؛ اَلْحِیَل:

حِیَل؛ حِیْلَۃٌ کی جمع ہے، اس کا معنیٰ ہے: تدبیر۔ اس فن کے تحت مصنف رحمہ اللہ نے مختلف ابواب کے فقہی احکام و مسائل کی متبادل صورتوں اور طریقوں کو بیان کیا ہے، تاکہ ان پیچیدہ مسائل کا شکار ہونے کی صورت میں خلاصی اور چھٹکارے کی صورت نکالی جاسکے۔

الفن السادس؛ الفروق:

یہی وہ فن ہے جس کی طرف نسبت کرتے ہوئے مصنف نے اپنی کتاب کا نام "الاشباہ والنظائر" رکھا ہے۔

اس فن میں فقہی احکام اور ان کے درمیان فرق کو نہایت دل نشین انداز میں تفصیل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔

الفن السابع؛ في الحكايات:

یہ ساتواں فن ہے، اس میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر فقہاء احناف رحمہم اللہ کے خاص خاص واقعات، مکالمات اور مراسلات وغیرہ کو جمع کیا گیا ہے۔

"الاشباہ والنظائر" فقہی قواعد و اصول پر مشتمل ایسی کتاب ہے جس میں پچیس(25) قواعد کلیہ ذکر کیے ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک قاعدہ بذات خود مختلف اصول و قواعد پر مشتمل ہے۔ گویا ان قواعد کے تحت سینکڑوں فقہی مسائل و جزئیات کو بیان کیا گیا ہے۔

چند قواعد:

کتاب میں درج شدہ قواعد میں سے ہر ایک قاعدہ اپنی جگہ مسلّم اور بے پناہ جامعیت و اہمیت کا حامل ہے۔ اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر ہر اصول پر قدرے تفصیلی بات کی جائے مگر طوالت کا خوف دامن گیر ہے۔ اس لیے مختصراً چند قواعد پر روشنی ڈالتے ہیں:

[1]: دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلٰی مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ

الاشباہ والنظائر: ص91

ترجمہ: مفاسد کو دور کرنا منفعت کے حصول سے زیادہ اہم ہے۔

اس قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی کام میں فساد بھی پایا جائے اور مصلحت بھی موجود ہو تو اکثر حالات میں فساد کو زائل کرنا زیادہ بہتر قرار پائے گا۔ کیونکہ شریعت نے ممنوعات کو مأمورات کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: دَعُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ

صحیح البخاری: رقم الحدیث7288

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک میں تم سے الگ رہوں تب تک تم بھی مجھ سے الگ رہو (میری طرف سے مسئلہ یا شرعی حکم بتلانے سے پہلے بے جا سوالات کرنے سے باز رہو) کیوں کہ تم سے پہلی امت کے لوگ اپنے (غیر ضروری) سوالات اور انبیاء (کرام علیہم السلام) کے ساتھ اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ لہٰذا جب میں تم کو کسی کام سے منع کر دوں تو اس سے بالکل اجتناب کرو اور جب میں تم کو کسی کام کا حکم دوں تو اس کو اپنی استطاعت کے مطابق بجالاؤ۔

اس حدیث پاک سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ جب فساد اور مصلحت کا کسی جگہ ٹکراؤ ہو جائے تو اس وقت فساد کو دور کرنا زیادہ اہم ہے۔

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَمِنْ فُرُوْعِ ذٰلِكَ: اَلْمُبَالَغَةُ فِي الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ مَسْنُوْنَةٌ، وَتُكْرَهُ لِلصَّائِمِ، وَتَخْلِيْلُ الشَّعْرِ سُنَّةٌ فِي الطَّهَارَةِ، وَيُكْرَهُ لِلْمُحْرِمِ

الاشباہ والنظائر: ص92

ترجمہ: اس قاعدہ کی جزئیات میں یہ مسئلہ ہے کہ (غسل میں) کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا مسنون عمل ہے، لیکن روزہ دار کے لیے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح وضو میں داڑھی کا خلال کرنا مسنون ہے مگر اِحرام کی حالت میں ایسا کرنا مکروہ ہے۔

[2]: إِذَا اجْتَمَعَ أَمْرَانِ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ وَلَمْ يَخْتَلِفْ مَقْصُوْدُهُمَا دَخَلَ أَحَدُهُمَا فِي الْآخَرِ غَالِبًا

الاشباہ والنظائر: ص132

ترجمہ: جب دو چیزیں ایک ہی جنس کی جمع ہو جائیں اور ان دونوں کا مقصود مختلف نہ ہو تو وہ دونوں چیزیں اکثر اوقات ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں گی۔

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَمِنْ فُرُوعِهَا: إِذَا اجْتَمَعَ حَدَثٌ وَجَنَابَةٌ، أَوْ جَنَابَةٌ وَحَيْضٌ كَفَى الْغُسْلُ الْوَاحِدُ۔۔۔ وَمِنْهَا: لَوْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، وَصَلَّى الْفَرْضَ أَوِ الرَّاتِبَةَ دَخَلَتْ فِيهِ التَّحِيَّةُ

الاشباہ والنظائر: ص132

ترجمہ: اس قاعدہ کی جزئیات میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر حدث اصغر اور حدث اکبر (بے وضو ہونے اور غسل فرض ہونے کی حالت) جمع ہو جائیں یا کسی عورت میں جنابت اور حیض جمع ہو جائیں تو (مذکورہ قاعدے کے مطابق) اس صورت میں ایک ہی غسل کافی ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور فرض یا سنت مؤکدہ نماز شروع کر دی تو اس میں تحیۃ المسجد بھی داخل ہو جائے گی۔ (فرض یا سنت نماز ادا کرنے کے ساتھ تحیۃ المسجد کا ثواب بھی مل جائے گا۔

[3]: اَلسُّؤَالُ مُعَادٌ فِي الْجَوَابِ

الاشباہ والنظائر: ص132

ترجمہ: کسی سوال کے جواب میں اسی سوال کا اعادہ لازماً تسلیم کیا جائے گا۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے سوال کرنے والے کی تصدیق کی تو یہ تصدیق کرنا سوال میں بیان کی گئی بات کا اقرار ہو گا۔

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَتْ لَهُ: أَنَا طَالِقٌ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، تَطْلُقُ

الاشباہ والنظائر: ص150

ترجمہ: بیوی نے شوہر سے پوچھا: کیا میں طلاق والی ہوں؟ شوہر نے جواباً کہا: "ہاں"! تو اس "ہاں" کہنے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

اسی طرح یہ مثال سمجھیے کہ آصف نے عدالت میں جج کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ کاشف نے مجھ سے موٹر سائیکل خریدا تھا، قیمت کی ادائیگی اس کے ذمہ ہے۔ جج نے کاشف سے پوچھا ہاں بتلاؤ، جس رقم کا آصف نے دعوی کیا ہے کیا یہ رقم واقعتاً آپ کے ذمہ واجب الاداء ہے؟ جواب میں کاشف نے کہا: "ہاں"۔

تو کاشف کے تسلیم کر لینے سے اس بات کی تصدیق سمجھی جائے گی کہ آصف کا دعویٰ صحیح ہے اور یہ "ہاں" کہنا اس امر کی اطلاع سمجھی جائے گی کہ مدعی کا موقف درست ہے اور کاشف نے واقعی آصف سے موٹر سائیکل خریدا تھا۔

[11]: نور الأنوار فی شرح المنار:

امام علامہ شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق الحنفی المعروف "ملا جیون" (ت1130ھ) اس کتاب کے مصنف ہیں۔ آپ فقیہ، محدث، مفسر، اور اصولی تھے۔ علومِ نقلیہ و عقلیہ پر آپ کو کامل دسترس حاصل تھی۔ خلیفہ بلا فصل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آپ کا سلسلہ نسب ملتا ہے۔ سات برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ سولہ سال کی عمر میں علوم دینیہ اور فنون شرعیہ کی تکمیل سے فراغت پائی۔

بادشاہِ وقت عالمگیر رحمہ اللہ جو نیک سیرت، علم دوست اور اہلِ علم کے قدردان تھے، انہوں نے آپ سے حصولِ علم کی درخواست کی اور یوں وہ آپ کے تلامذہ کے حلقہ میں شامل ہو گئے۔ اس نسبت سے وہ آپ کی عزت و تکریم کرتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں سے اَلتَّفْسِیْرَاتُ الْاَحْمَدِیَّہ اور نور الانوار کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ مقبولیت اور شہرت سے نوازا ہے۔

نور الانوار در حقیقت امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی الحنفی رحمہ اللہ (ت710ھ) کی کتاب "المنار" کی شرح ہے، اس لیے اس کتاب کا پورا نام "نور الانوار شرحُ رسالۃِ المنار" ہے۔

رسالۃ المنار میں درج عبارات کی نور الانوار میں بہترین اور شان دار طریقے سے تشریح کی گئی ہے۔ ماتن (علامہ نسفی رحمہ اللہ) نے اگر کسی مقام پر جمہور علماء کے مذہب کے خلاف کوئی رائے قائم کی یا بحث کو خلط ملط کر دیا تو شارح ملا جیون رحمہ اللہ اولاً ماتن کی رعایت کرتے ہوئے عمدہ تشریح کرتے ہیں، بعد ازاں جمہور کے مذہب کو بیان کرتے ہوئے خلط مبحث کی وضاحت کرتے ہیں۔ یہ کتاب درسِ نظامی میں داخلِ نصاب ہے، مکتبۃ البشریٰ نے دو جلدوں میں طبع کیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ وَأَزْوَاجِهٖ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

فصلِ ثانی؛ فقہ اور فتاویٰ کی چند اہم کتب کا تعارف

اس فصل میں فقہ اور فتاویٰ کی کتب کا مختصراً تعارف پیش کیا جائے گا:

کتب ظاہر الروایہ

فقہی حنفی کے وہ مسائل جو احناف کے ائمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت (ت:150ھ) امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم (ت 182ھ) اور امام محمد بن حسن الشیبانی (ت 189ھ) رحمہم اللہ سے مروی ہیں۔ کبھی ان حضرات کے ساتھ امام زفر بن ھذیل (ت158ھ) اور امام حسن بن زیاد (ت204ھ) بھی شامل ہوتے ہیں۔ ان تمام حضرات سے مروی مسائل امام محمد بن حسن رحمہ اللہ کی کتبِ ستّہ (چھ کتابوں) میں درج ہیں۔ امام محمد بن حسن الشیبانی کی کثیر کتب میں سے یہ چھ کتابیں سب سے زیادہ مشہور ہیں انہیں کتب "ظاہر الروایہ" کہا جاتا ہے، وہ چھ کتابیں یہ ہیں:

1: کتاب الاصل

2: الجامع الصغیر

3: الجامع الکبیر

4: السیر الصغیر

5: السیر الکبیر

6: الزیادات

ظاہر الروایہ کہنے کی وجہ:

ان کتب کو ظاہر الروایہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان کی نسبت نہایت مضبوط ہے اس طور پر کہ یہ کتابیں امام موصوف رحمہ اللہ سے بطریق تواتر ثابت ہیں یا کم از کم انہیں مشہور کا درجہ حاصل ہے۔

امام علامہ محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ (ت1252ھ) لکھتے ہیں:

وَاِنَّمَا سُمِّيَتْ بِظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِاَنَّهَا رُوِيَتْ عَنْ مُحَمَّدٍ بِرِوَايَةِ الثِّقَاتِ فَهِيَ ثَابِتَةٌ عَنْهُ اِمَّا

مُتَوَاتِرَةً اَوْ مَشْهُوْرَةً عَنْهُ

شرح عقود رسم المفتی: ص:27، قدیمی کتب خانہ

ترجمہ: ان کتب کو ظاہر الروایہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ سے ان مسائل کو نقل کرنے والے رُواۃ نہایت ثقہ تھے، اس لیے یہ کتابیں امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ (ت 189ھ) سے تواتر؛ یا (کم از کم) مشہور طریق سے ثابت ہیں۔

[1]: کتاب الاصل:

کتب ظاہر الروایہ میں سب سے اہم اور بنیادی کتاب "کتاب الاصل" ہے جو "کتاب المبسوط" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کو "اصل" اس لیے کہا جاتا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے سب سے پہلے اسی کو تالیف کیا۔ اس میں امام محمد رحمہ اللہ نے سینکڑوں مسائل پر مشتمل امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے فتاویٰ جات جمع کیے ہیں۔ نیز ایسے مسائل بھی ذکر کیے ہیں جو امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے درمیان اختلافی ہیں، اور جس مسئلہ میں امام محمد رحمہ اللہ نے اختلاف ذکر نہیں کیا، اس پر سب کا اتفاق ہوتا ہے۔

انداز تالیف:

کتاب الاصل کی تالیف کا پس منظر نہایت دل چسپ ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے اس کو منفرد انداز سے جمع فرمایا کہ سب سے پہلے آپ نے نماز کے مسائل کو جمع کیا اور اس مجموعے کا نام "کتاب الصلٰوۃ" رکھا، پھر بیع (خرید وفروخت) کے مسائل یکجا کرکے اس کا نام "کتاب البیوع" رکھا۔ اسی طرز پر آپ نے باقی مسائل جمع کیے، یعنی ہر ہر موضوع کے مسائل یکجا کرتے گئے اور موضوع کی مناسبت سے نام رکھتے گئے۔

یوں سمجھیے کہ جس طرح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی مشہور ومقبول کتاب "فضائل اعمال" حضرت کی مستقل تصنیف نہیں بلکہ ان کی مختلف اوقات میں زیب قرطاس کی گئی فضائل پر مشتمل تحریرات کا مجموعہ ہے، اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ کے مختلف موضوعات پر جمع شدہ تمام مسائل کو یکجا کیا گیا تو ایک عظیم وضخیم مجموعہ تیار ہوا، اسی مجموعے کو "کتاب المبسوط" کا نام دیا گیا۔

ترتیب دلائل:

امام محمد رحمہ اللہ اس کتاب کے ہر باب کا آغاز ان آثار سے کرتے ہیں جو ان کے نزدیک صحیح ثابت ہوتے ہیں اور پھر ان آثار سے ماخوذ مسائل ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد وارد ہونے والے سوالات واعتراضات کے جوابات پیش کرتے ہیں اور کہیں کہیں علامہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ (ت 148ھ) کا اختلاف بھی ذکر کرتے ہیں۔

امام محمد رحمہ اللہ نے فروعی مسائل کو ذکر کرنے میں یہ ترتیب ملحوظ رکھی ہے کہ اپنے مشائخ اساتذہ کرام امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے مذہب پر فروعات کو پہلے ذکر کرتے ہیں اور پھر بوقتِ ضرورت اپنی رائے کو بیان کرتے ہیں۔

آپ نے احادیث وآثار کو بطورِ دلیل بہت کم ذکر کیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دَور اور طبقہ کے فقہاء کرام نے ان احادیث وآثار کو قبول کر لیا تھا جو ان مسائل کے لیے دلیل اور ماخذ کی حیثیت رکھتے تھے۔ چونکہ المبسوط میں مذکور تمام مسائل یا تو صراحتاً قرآن وسنت سے ثابت ہیں یا بذریعہ اجتہاد؛ ان کو قرآن وسنت سے مستنبط کیا گیا ہے۔اس لیے امام محمد رحمہ اللہ نے احادیث و آثار کو ذکر نہیں فرمایا ورنہ اگر ان کو ذکر کیا جاتا تو احادیث وآثار پر مشتمل ایک جلد مستقل تیار ہو جاتی۔

بے پناہ مقبولیت:

کتاب الاصل کو امام محمد رحمہ اللہ نے جس جانفشانی، عرق ریزی اور مخصوص پیرائے میں تصنیف کیا ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے مشائخ اور صاحب علم وفضل حضرات نے اس کتاب سے استفادہ کیا اور دقیق وپیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھانے میں اس سے رہنمائی لی۔اس کتاب کی عظمت ومرتبہ کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ (ت204ھ) نے اس کتاب کو مکمل حفظ کیا اور اپنی مایہ ناز تصنیف "کتاب الاُمّ" اسی طرز پر لکھی۔

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ "کتاب المبسوط" کا مطالعہ جب کوئی عالم پوری توجہ، دھیان اور ذمہ داری کے ساتھ کرتا ہے تو وہ مصنف مرحوم کے وسعت مطالعہ، بے پناہ قوت حافظہ اور تبحر علمی کا معترف ہوئے بغیر

نہیں رہ سکتا۔

خصوصیات:

کتاب الاصل کو درج ذیل نمایاں خصوصیات کی بناء پر امام محمد رحمہ اللہ کی بقیہ تمام کتب پر امتیازی درجہ حاصل ہے:

1: دلائل پُر مغز اور طرزِ استدلال انتہائی مضبوط ہے۔

2: اندازِ تحریر انتہائی شگفتہ اور نہایت سہل ہونے کی وجہ سے اہلِ علم کے لیے بہت زیادہ نفع بخش ہے۔

3: سلاستِ عبارت اور مسائل کی عام فہم بے غبار تشریح کا التزام کیا گیا ہے۔

4: تمام فقہی مباحث پر مشتمل ہے۔

5: مصنف نے بسا اوقات ایک ایک مسئلہ پر کئی کئی فروعات ذکر کی ہیں۔

[2]: الجامع الصغیر:

یہ کتاب اگرچہ مختصر ہے مگر ہے بہت شاندار۔ اس میں کل مسائل کی مجموعی تعداد پانچ سو بتیس (532) ہے جن میں سے ایک سو ستر (170) مسائل میں امام محمد رحمہ اللہ نے اپنے فقہی و اجتہادی ذوق کے مطابق الگ رائے قائم کی ہے۔ پوری کتاب میں صرف دو مسئلوں کے سوا کہیں قیاس اور استحسان کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ کتاب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ان مسائل پر مشتمل ہے جو آپ سے امام محمد رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے واسطے سے روایت کیے ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس کتاب کے ثبوت اور سند میں ذرا بھی شبہہ نہیں۔ علمائے کرام نے مختلف انداز اور پیرائے میں اس کی وضاحت کی ہے۔ امام جرح و تعدیل علامہ یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَتَبْتُ الْجَامِعَ الصَّغِيْرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ

تاریخ بغداد ج2 ص7

ترجمہ: میں نے بذاتِ خود الجامع الصغیر امام محمد سے لکھی تھی۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ نے تو یہاں تک فرمادیا ہے:

وَالْمَحْفُوْظَةُ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ هُوَ مَاذَكَرَهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ

المحلیٰ بالآثار ج8ص124

ترجمہ: امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے محفوظ روایت وہ ہے جو امام محمد نے الجامع الصغیر میں آپ سے روایت کی ہے۔

نواب صدیق حسن خان [مشہور غیر مقلد] نے امام محمد رحمہ اللہ کے حالات میں لکھا ہے:

وَصَنَّفَ الْكُتُبَ الْكَثِيْرَةَ النَّادِرَةَ مِنْهَا الْجَامِعُ الْكَبِيْرُ وَالْجَامِعُ الصَّغِيْرُ وَغَيْرِهِمَا وَلَهٗ فِيْ مُصَنَّفَاتِهٖ؛ اَلْمَسَائِلُ الْمُشْكِلَةُ خُصُوْصًا ؛اَلْمُتَعَلِّقَةُ بِالْعَرَبِيَّةِ وَنَشَرَ عِلْمَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ

التاج المکلل ص69

ترجمہ: امام محمد رحمہ اللہ نے بکثرت نادر اور عمدہ کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے الجامع الکبیر اور الجامع الصغیر وغیرہ بھی ہیں۔ آپ کی کتب میں مشکل مسائل بھی ہیں خصوصاًوہ مسائل جو عربی زبان سے متعلق ہیں۔ آپ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا علم دنیا میں پھیلایا ہے۔

الجامع الصغیر میں مسائل کی اقسام:

جامع صغیر میں تین قسم کے مسائل ہیں:

1: ایسے مسائل جن کا تذکرہ امام محمد رحمہ اللہ کی دیگر کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔

2: کچھ مسائل ایسے ہیں جو دیگر کتب میں مذکور ہیں مگر ان کتابوں میں امام محمد رحمہ اللہ نے یہ صراحت نہیں کی کہ فلاں فلاں مسائل امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہیں جب کہ اس کتاب [الجامع الصغیر] میں یہ تصریح کر دی ہے۔

3: کچھ ایسے مسائل بھی ہیں جو دوسری کتابوں میں بھی موجود ہیں البتہ الجامع الصغیر میں امام محمد رحمہ اللہ نے ان کو ایسے انداز سے لکھا ہے جن سے بعض نئے فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔

الجامع الصغیر کی تبویب وترتیب:

الجامع الصغیر اگرچہ امام محمد رحمہ اللہ کی گراں قدر تصنیف ہے مگر دیگر علمی مشاغل کے باعث آپ اس کی ترتیب اور مستقل ابواب وغیرہ قائم نہ کر سکے۔ یہ ترتیب و تبویب کی سعادت کس کو نصیب ہوئی؟ علامہ حاجی خلیفہ

رحمہ اللہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَتَرْتِيْبُ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ لِلْإِمَامِ الْقَاضِيْ أَبِيْ طَاهِرٍ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ الدَّبَاسِ الْبَغْدَادِيّ

کشف الظنون ج1 ص445

ترجمہ: الجامع الصغیر کی ترتیب وجمع کی سعادت امام ابوطاہر الدباس کے حصہ میں آئی۔

جب کہ علامہ عبد الحئ لکھنوی رحمہ اللہ حسن بن احمد زعفرانی رحمہ اللہ کے حالات میں تحریر کرتے ہیں:

كَانَ إِمَامٌ ثِقَةٌ رَتَّبَ الْجَامِعَ الصَّغِيْرَ لِمُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ تَرْتِيْبًا حَسَنًا وَمَيَّزَ خَوَاصَ مَسَائِلَ مُحَمَّدٍ عَمَّا رَوَاهُ عَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ وَجَعَلَهُ مُبَوَّبًا وَلَمْ يَكُنْ قَبْلُ مُبَوَّبًا

الفوائد البہیہ ص60

علامہ حسن بن احمد زعفرانی رحمہ اللہ بڑے قابل اعتماد امام تھے انہوں نے امام محمد کی الجامع الصغیر کو بہت اچھے اور نہایت عمدہ طریقے سے ترتیب دیا اور امام ابو یوسف سے روایت کردہ خاص خاص مسائل بیان کر دیے الجامع الصغیر کے ابواب قائم کرنے کا شرف ان کے حصے میں آیا حالانکہ اس سے پہلے اس کتاب کے ابواب نہ تھے۔

دونوں آراء کا تجزیہ:

حاجی خلیفہ اور علامہ لکھنوی کے اقوال میں تطبیق یہ صورت ہو سکتی ہے بلکہ ہمارے بعض معاصرین نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے کہ الجامع الصغیر کے دو نسخے ہیں۔ ایک نسخہ وہ ہے جسے حسن بن احمد بن مالک زعفرانی نے جبکہ دوسرا نسخہ ابو طاہر الدباس نے لکھا۔

[3]: الجامع الکبیر:

الجامع الکبیر؛ علمی دنیا میں ایک بہترین فقہی شاہکار اور فقہی مسائل پر مشتمل ایک شان دار دستاویز ہے۔ علماء کرام نے صراحت کی ہے کہ اس کتاب میں درج شدہ مسائل امام محمد رحمہ اللہ نے بواسطہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ ذکر نہیں کیے بلکہ بذات خود امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ سے سن کر لکھے ہیں۔ یہ بتانا ضروری ہے کہ اس کتاب میں ایسے مسائل بھی ہیں جو امام محمد رحمہ اللہ کی ذاتی جستجو اور کاوش کا نتیجہ ہیں نیز ایسے مسائل بھی کتاب کا حصہ ہیں جو امام موصوف نے دیگر علماء کرام کے قلمی نسخوں اور ذاتی مسودوں سے اخذ کیے ہیں۔

امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ نے ابتداءً یہ کتاب لکھی اور بہت خوب لکھی پھر آپ نے اس پر نظر ثانی فرمائی اور جن مقامات پر ضرورت محسوس ہوئی اضافہ کر دیا اس طرح بہت سی نئی مباحث، نئے ابواب و مسائل اس کتاب کا حصہ بن گئے۔ یہ اضافہ شدہ نیا مسودہ پہلے کی بہ نسبت حجم میں بڑھ گیا اور اس کی افادیت بھی دوچند ہو گئی گویا یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ امام موصوف نے اس کتاب کو دو مرتبہ تصنیف فرمایا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ سے یہ کتاب ان کے شاگردانِ رشید امام ابو حفص کبیر، امام ابو سلیمان جوزجانی، امام ہشام بن عبید اللہ رازی اور امام محمد بن سماعہ رحمہم اللہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔

فقہ کے موضوع پر "الجامع الکبیر" کو منفرد مقام حاصل ہے، فقہاء کرام نے اپنے اپنے انداز میں اس کا تذکرہ کیا ہے، مثلاً:

1: امام صلاح الدین صفدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَلَهٗ فِيْ مُصَنَّفَاتِهٖ: اَلْمَسَائِلُ الْمُشْكِلَةُ خُصُوْصًا مَا يَتَعَلَّقُ بِالْعَرَبِيَّةِ. مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فِي الْجَامِعِ الْكَبِيْرِ

الوافی بالوفیات ج2ص247بحوالہ تلامذہ امام اعظم ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام

ترجمہ: امام محمد رحمہ اللہ کی تصنیفات میں مشکل اور پیچیدہ مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔ خصوصاً وہ مسائل جو عربی لغت سے تعلق رکھتے ہیں، جیسا کہ خود امام محمد رحمہ اللہ "الجامع الکبیر" میں فرماتے ہیں۔

2: علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن خلکان رحمہ اللہ نے "الجامع الکبیر" کو امام محمد رحمہ اللہ کی نادر میں شمار کیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

آپ نے بہت سی نادر کتب تصنیف کیں، جن میں سے "الجامع الکبیر" اور الجامع الصغیر وغیرہ ہیں۔

وفیات الاعیان مترجم ج4ص561

3: حافظ ابن ناصر الدین شافعی رحمہ اللہ "الجامع الکبیر" کی فقہی حیثیت کو اجاگر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اَلْجَامِعُ الْكَبِيْرُ: اَلَّذِيْ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ أَبِيْ عِمْرَانَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنِ شُجَاعٍ يَقُوْلُ عَلَى انْحِرَافِهٖ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ مَا وُضِعَ فِي الْإِسْلَامِ كِتَابٌ فِي الْفِقْهِ مِثْلَ جَامِعِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الْكَبِيْرِ

اتحاف السالک ص178بحوالہ تلامذہ امام اعظم ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام

ترجمہ: الجامع الکبیر ایسی کتاب ہے کہ امام احمد بن ابی عمران (امام طحاوی رحمہ اللہ کے استاذ) فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن شجاع سے سنا وہ امام محمد رحمہ اللہ سے (فقہی) اختلاف رکھنے کے باوجود یہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں فقہ کے موضوع پر امام محمد بن حسن کی "الجامع الکبیر" جیسی کوئی کتاب بھی نہیں لکھی گئی۔

الجامع الکبیر کی شروحات:

"الجامع الکبیر" کی تصنیف مکمل ہوئی، بعد میں اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ افادۂ عام کے لیے اس کے مسائل وضاحت و تفصیل کے ساتھ منظر عام پر لائے جائیں، چنانچہ اس کار خیر کے لیے بہت سے نامور علماء کرام میدان میں اترے اور اس نیک مقصد کے حصول کے لیے اپنے آپ کو ہمہ تن مصروف کر دیا، ان بندگان خدا نے بہت محنت سے "الجامع الکبیر" کی شروحات لکھیں۔ امام محمد رحمہ اللہ کے باریک علمی نِکات اور گہرے فقہی استدلالات کو عام فہم انداز میں پیش کیا جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ نفس کتاب اور فقہی مسائل کو سمجھنے سمجھانے میں مزید سہولت پیدا ہوئی۔

"الجامع الکبیر" کی کثیر تعداد میں شروحات لکھی گئی ہیں۔ علامہ حاجی خلیفہ رحمہ اللہ نے تقریباً پچاس کے لگ بھگ شروحات کا تذکرہ کیا ہے ان شروحات کے مصنفین میں اپنے دور کے نامور اور صاحب علم و فضل شیوخ بھی شامل ہیں۔

[4]: السِّیر الصغیر:

سِیَر؛ سیرت کی جمع ہے، اس کا معنٰی ہے عادت و خصلت۔ شرعی اصطلاح میں یہ لفظ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے ساتھ خاص ہے۔

امام نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلسِّیَرُ: أُمُوْرُ الْغَزْوِ كَالْمَنَاسِكِ أُمُوْرُ الْحَجِّ

قواعد الفقہ ص 331

ترجمہ: جس طرح امور حج کو "مناسک" کہا جاتا ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امور حرب و قتال پر "سِیَر" کا اطلاق ہوتا ہے۔

ملحوظہ:

کتاب کا نام دو لفظوں کا مجموعہ ہے، پہلے لفظ کو سَیْر، س کے زبر اور ی کے جزم کے ساتھ پڑھنا غلط ہے۔ دراصل یہ لفظ: سِیَر، س کے زیر اور ی کے زبر کے ساتھ جمع کا صیغہ ہے۔ ان دو لفظوں میں فرق کرنا ضروری ہے جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے ان دونوں میں فرق کرتے ہوئے تنبیہ فرمائی ہے کہ بعض ناواقف لوگ ان دو لفظوں میں فرق نہیں کرتے وہ سِیَر کو سَیْر پڑھتے ہیں۔

شرح عقود رسم المفتی ص27

"السیر الصغیر" بھی کتب ظاہر الروایۃ میں داخل ہے۔ شیخ ابو زہرہ مصری رحمہ اللہ نے اس کتاب کے مضامین پر روشنی ڈالی ہے۔

شیخ مرحوم السیر الصغیر اور السیر الکبیر کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ دو کتب احکام جہاد ان کے جائز و ناجائز مسائل و احکام، صلح و نقض مصالحہ، احکام امان، احکام غنائم، فدیہ و غلامی کے مسائل حرب و پیکار میں پیش آنے والے مسائل اور ان کے نتائج کی تفصیلات پر مشتمل ہیں۔

حیات حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مترجم ص378

السیر الصغیر؛ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ان مسائل پر مشتمل ہے جو آپ سے امام محمد رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے واسطے سے روایت کیے ہیں۔ امام ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ ایک مسئلے کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَقَدْ رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي السِّيَرِ عَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ أَنَّ الْمُرْتَدَّ يُعْرَضُ عَلَيْهِ الْإِسْلَامُ فَإِنْ أَسْلَمَ وَإِلَّا قُتِلَ مَكَانَهُ، إِلَّا أَنْ يَّطْلُبَ أَنْ يُّؤَجَّلَ فَإِنْ طَلَبَ ذٰلِكَ أُجِّلَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ

الاستذکار ج7 ص156

ترجمہ: امام محمد رحمہ اللہ نے "السیر الصغیر" میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اور انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ مرتد کو اسلام قبول کرنے کے لیے کہا جائے گا اگر اس نے اسلام قبول کر لیا تو ٹھیک ورنہ اسے وہیں قتل کر دیا جائے گا۔ ہاں البتہ اگر وہ مہلت طلب کرے تو اس کو تین دن تک مہلت دی جائے گی۔

شمس الائمہ امام سرخسی رحمہ اللہ نے "السیر الکبیر" کی شرح میں بیس سے زائد مقامات پر مختلف انداز سے "السیر الصغیر" کا تذکرہ کیا ہے ان میں سے اکثر مسائل میں یہ لکھا ہے کہ اس مسئلہ کی تفصیل ہم نے "السیر الصغیر" کی شرح میں بیان کر دی ہے مثلاً: بَابُ قَتْلِ الْأُسَارٰی وَالْمَنِّ عَلَيْهِمْ میں یہ جملہ لکھا: وَقَدْ بَيَّنَّا تَمَامَ هٰذَا فِي السِّيَرِ الصَّغِيْرِ البتہ بَابُ وَصَايَا الْأُمَرَاءِ کے آغاز میں حدیث مبارک کے تحت یہ الفاظ تحریر کیے ہیں:

وَقَدْ بَدَأَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللهُ السِّيَرَ الصَّغِيْرَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَدْ بَيَّنَّا فَوَائِدَ الْحَدِيْثِ هُنَاكَ

[5]: السِّیَر الکبیر:

یہ کتاب بھی ان مضامین پر مشتمل ہے جو گزشتہ کتاب کے حوالے سے ذکر کیے گئے ہیں۔ یوں کہہ لیجیے اس کتاب میں بھی جہاد، صلح و امان، مال غنیمت و مال فَے، فدیہ و جزیہ اور غلامی کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ نیز دشمن جاسوس اور دشمن قیدیوں کے ساتھ برتاؤ اور دار الکفر میں حدود اللہ کے نفاذ سمیت جنگ و حرب میں پیش آمدہ دیگر ہزاروں جائز و ناجائز مسائل پر بحث کی گئی ہے۔

کتاب کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا طرزِ تحریر تین طرح کا ہے:

1: امام محمد رحمہ اللہ کبھی کسی باب یا عنوان کے تحت مسئلہ کی ابتداء ہی فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں کبھی ایک اور کبھی ایک سے زائد احادیث لاتے ہیں پھر اسی مناسبت سے اپنا فقہی موقف بیان کرتے ہیں جیسا کہ بَابُ وَصَايَا الْأُمَرَاءِ اور بَابُ الْجِرَاحَةِ میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

2: کہیں ایسا بھی ہے کہ باب کی ابتداء میں اپنا فقہی مسئلہ پیش کرتے ہیں پھر اس کی تائید میں کوئی آیت کریمہ یا حدیث مبارک ذکر کرتے ہیں جیسا کہ:

بَابُ الْفِرَارِ مِنَ الزَّحْفِ ، بَابُ صَلٰوةِ الْخَوْفِ ، بَابُ سَجْدَةِ الشُّكْرِ ، اور بَابُ آنِيَةِ الْمُشْرِكِيْنَ وَذَبَائِحِهِمْ وَطَعَامِهِمْ میں یہی اسلوب موجود ہے۔

3: ایسے مقامات بھی اس کتاب کا حصہ ہیں جہاں امام محمد رحمہ اللہ نے فقط فقہی مسئلہ ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے دلائل دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ مثلاً:

بَابُ التَّفْرِيْقِ بَيْنَ السَّبْيِ، بَابُ مَا تَجُوْزُ عَلَيْهِ الشَّهَادَةُ بِالرِّدَّةِ وَمَا لَا تَجُوْزُ اور بَابُ مَنْ أَسْلَمَ

فِيْ دَارِ الْحَرْبِ وَلَمْ يُهَاجِرْ إِلَيْنَا میں یہی طرز موجود ہے۔

السیر الکبیر میں درج شدہ مسائل امام محمد رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بجائے بذاتِ خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیے ہیں۔ بسا اوقات آدمی الجھن کا شکار ہو جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے کون سے مسائل ایسے ہیں جنہیں امام احمد رحمہ اللہ نے بواسطہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نقل کیے ہیں اور کون سے ایسے ہیں جنہیں بلا واسطہ بذات خود نقل کیے ہیں؟ اس الجھن کو سلجھن میں تبدیل کرنے کے لیے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے ایک ضابطہ بیان کیا ہے۔ لیجیے ملاحظہ فرمائیے:

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (ت970ھ) لکھتے ہیں:

كُلُّ تَالِيْفٍ لِمُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ مَوْصُوْفٌ بِالصَّغِيْرِ فَهُوَ بِاتِّفَاقِ الشَّيْخَيْنِ أَبِيْ يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٍ بِخِلَافِ الْكَبِيْرِ فَإِنَّهُ لَمْ يُعْرَضْ عَلٰى أَبِيْ يُوْسُفَ

البحر الرائق ج1 ص579 باب صفۃ الصلوٰۃ

ترجمہ: امام محمد بن حسن رحمہ اللہ کی ایسی کتابیں جن میں لفظ "صغیر" آتا ہے وہ امام موصوف نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے واسطے سے روایت کی ہیں البتہ جن کتابوں کے ساتھ لفظ "کبیر" آتا ہے وہ امام محمد رحمہ اللہ نے بذات خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کی ہیں، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے سامنے یہ کتابیں پیش نہیں کی گئیں۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز بن احمد ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (ت1252ھ) لکھتے ہیں:

أَنَّ مُحَمَّدًا قَرَءَ أَكْثَرَ الْكُتُبِ عَلٰى أَبِيْ يُوْسُفَ إِلَّا مَا كَانَ فِيْهِ إِسْمُ الْكَبِيْرِ فَإِنَّهُ مِنْ تَصْنِيْفِ مُحَمَّدٍ كَالْمُضَارَبَةِ الْكَبِيْرِ وَالْمُزَارَعَةِ الْكَبِيْرِ وَالْمَاذُوْنِ الْكَبِيْرِ وَالْجَامِعِ الْكَبِيْرِ وَالسِّيَرِ الْكَبِيْرِ

شرح عقود رسم المفتی ص29

ترجمہ: امام محمد رحمہ اللہ نے اپنی اکثر کتابیں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے واسطے سے نقل کی ہیں البتہ لفظ "کبیر" جن کتابوں کے نام کا حصہ ہے وہ امام محمد رحمہ اللہ نے بلا واسطہ روایت کی ہیں جیسے مضاربہ کبیر، مزارعہ کبیر، ماذون کبیر، جامع کبیر اور سیر کبیر۔

امام محمد رحمہ اللہ نے مختلف موضوعات پر کتب تصنیف فرمائی ہیں البتہ ان میں سے فقہ کے موضوع پر جو سب سے آخری کتاب لکھی ہے، وہ کون سی ہے؟ اس بارے میں امام محمد بن احمد السرخسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِعْلَمْ بِأَنَّ السِّيَرَ الْكَبِيْرَ أُخِرُ تَصْنِيْفٍ صَنَّفَهُ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللهُ فِي الْفِقْهِ وَلِهٰذَا لَمْ يَرْوِهِ عَنْهُ أَبُوْ حَفْصٍ رَحِمَهُ اللهُ لِأَنَّهُ صَنَّفَهُ بَعْدَ انْصِرَافِهِ مِنَ الْعِرَاقِ

مقدمہ شرح کتاب السیر الکبیر ص3

ترجمہ: فقہ کے موضوع پر امام محمد رحمہ اللہ کی سب سے آخری تصنیف "السیر الکبیر" ہے، یہی وجہ ہے کہ [امام محمد رحمہ اللہ کے مایہ ناز شاگرد اور ان کی کتابوں کے راوی] امام ابو حفص کبیر رحمہ اللہ نے یہ کتاب آپ سے روایت نہیں کی کیوں کہ یہ کتاب امام موصوف نے اپنے شاگرد ابو حفص کے عراق جانے کے بعد لکھی۔

السیر الکبیر اپنے موضوع پر امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ صرف اس بات سے اندازہ لگائیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جیسے محدث اور حافظ ابو سعد سمعانی رحمہ اللہ جیسے صاحب علم کی مرویات اور نقل شدہ کتابوں میں یہ کتاب بھی شامل ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "المعجم المفہرس" میں اور حافظ سمعانی رحمہ اللہ نے "معجم شیوخ" میں اپنے سے لے کر امام محمد رحمہ اللہ تک اس کی سند بھی درج کر دی ہے۔

تلامذہ امام اعظم ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام ص421

امام طحاوی رحمہ اللہ "السیر الکبیر" کے حوالے سے ایک مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَذَهَبَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بِآخِرِهِ فِي السِّيَرِ الْكَبِيْرِ إِلٰى أَنَّهُ إِنْ كَانَ مَأْمُوْنًا عَلَيْهِ مِنَ الْعَدُوِّ فَلَا بَأْسَ بِالسَّفَرِ بِهِ إِلٰى أَرْضِهِمْ ، وَإِنْ كَانَ خَوْفًا عَلَيْهِ مِنْهُمْ فَلَا يَنْبَغِي السَّفَرُ بِهِ إِلٰى أَرْضِهِمْ

شرح مشکل الآثار ج5 ص167

ترجمہ: امام محمد رحمہ اللہ کا آخری قول جو ان کی کتاب "السیر الکبیر" میں یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوران سفر دشمن کے علاقے میں قرآن کریم اپنے ساتھ لے جانا چاہے تو دیکھ جائے اگر اس بات کا یقین ہو کہ قرآن مجید دشمن کی دسترس سے محفوظ ومامون رہے گا تو ساتھ لے جانے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر کفار کی طرف سے بے حرمتی کیے جانے کا اندیشہ ہو تو پھر کلام اللہ شریف ساتھ نہ لے جایا جائے۔

شیخ ابو زہرہ مصری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

السیر الصغیر اور السیر الکبیر میں احکام اور آثار واخبار سے ان کے دلائل نقل کیے گئے ہیں۔

حیات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ص380

[6]: الزِّیادات:

امام محمد رحمہ اللہ کی کتب ظاہر الروایۃ میں سب سے آخری کتاب الزیادات ہے۔ اس کو لکھنے کی نوبت کیوں پیش آئی؟ اس بارے میں اکثر علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے الجامع الصغیر اور الجامع الکبیر کے بعد یہ کتاب لکھی۔ وہ مسائل جو جامع صغیر اور جامع کبیر میں درج نہ ہو سکے امام محمد رحمہ اللہ نے انہیں یکجا کیا اور اس مجموعے کا نام الزیادات رکھا۔ اس کتاب کا نام الزیادات کیوں ہے؟ اس ضمن میں حاجی خلیفہ رحمہ اللہ نے چار وجوہات ذکر کی ہیں سب سے آخری وجہ انہوں نے یہی ذکر کی جو ہم نے ابھی ذکر کی ہے۔

کشف الظنون ج2 ص16

شروحات:

کتاب الزیادات کی کافی تعداد میں شروحات لکھی گئی ہیں۔ بڑے نامور اور جید علماء کرام اس کتاب کے شارحین میں شامل ہیں جن میں صاحب فتاویٰ قاضی خان، امام سرخسی، امام بزدوی اور امام حلوانی رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے امام احمد بن محمد العتابی رحمہ اللہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ کی تصانیف میں زیادات کی شرح بھی ہے۔ علماء کرام نے اس شرح کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ بہت دقیق اور تحقیقی معلومات پر مشتمل ہے اس میں وہ مضامین اور جزئیات ہیں جو دیگر کتابوں میں نہیں۔

الفوائد البہیہ ص36

ملحوظہ:

”زیادات“ نام کی امام محمد رحمہ اللہ کی دو کتابیں ہیں۔ ایک کا نام فقط ”الزیادات“ ہے۔ جس کا تعارف ذکر کیا جا رہا ہے جب کہ دوسری کا نام ”زیادات الزیادات“ ہے، یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے جس میں طلاق، عتاق، وراثت اور خرید و فروخت وغیرہ کے مخصوص مسائل پر بحث کی گئی ہے۔

* * *

❖ یہاں تک کتب ظاہر الروایہ کا تعارف مکمل ہو گیا۔

[7]: مختصر القدوری:

اس کتاب کے مصنف امام ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد القدوری البغدادی الحنفی رحمہ اللہ (ت428ھ) ہیں، جو امام قدوری کے لقب سے مشہور ہیں۔ پانچویں صدی ہجری کے نامور فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ بڑے صاحبِ کمال انسان تھے۔

امام قدوری رحمہ اللہ نے تصنیفی میدان میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ بہت سی کتابیں آپ نے یادگار چھوڑی ہیں، جن میں سے "مختصر القدوری" بہت اہمیت کی حامل ہے۔ "مختصر القدوری" کو تصنیف کیے کئی صدیاں بیت چکی ہیں، مگر زمانہ تصنیف سے لے کر آج تک اسے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری ہے۔ پاکستان، ہندوستان، افغانستان، بنگلہ دیش، برما، شام، اردن، مصر، وسطِ ایشیا اور دیگر کئی ممالک میں (جہاں فقہ حنفی کی تعلیم دی جاتی ہے) "مختصر القدوری" درسی کتاب کے طور پر پڑھائی جاتی ہے۔

"مختصر القدوری" کوئی لمبی چوڑی کتاب نہیں جو ہزاروں صفحات پر محیط ہو، بلکہ یہ ایک مختصر کتاب ہے۔ اس وقت اس کا جو نسخہ ہمارے پیشِ نظر ہے وہ صرف تین سو سترہ (317) صفحات پر مشتمل ہے۔ مصنف رحمہ اللہ نے فقہ حنفی کے لاکھوں مسائل میں سے بارہ ہزار (12000) اہم اور بنیادی مسائل منتخب کر کے اس مختصر سی کتاب میں جمع کر دیے ہیں۔ مسائل کا انتخاب اور عبارت کی روانی اپنی مثال آپ ہے۔

"مختصر القدوری" کی جامعیت اور بے پناہ مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ فقہ حنفی کی معروف و مفصّل کتاب "ہدایہ" کے مصنف نے "ہدایہ" کے لیے جس کتاب کو بطور متن کے منتخب کیا وہ یہی "مختصر القدوری" ہے۔ یعنی "مختصر القدوری" ہدایہ کا متن ہے۔ اس لحاظ سے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ "مختصر القدوری" سے لے کر "ہدایہ" کے اختتام تک طالب علم "مختصر القدوری" کا متن دہراتا رہتا ہے۔

اس کتاب کے اکسٹھ (61) عنوانات کو "کتاب" اور باسٹھ (62) عنوانات کو "باب" کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔ مصنف رحمہ اللہ کا عمومی طرز یہ ہے کہ پہلے "کتاب" یا "باب" کے نام سے مرکزی عنوان قائم کرتے ہیں، پھر تفصیل کرتے وقت عبارت کے آغاز ہی میں (مرکزی عنوان کی مناسبت سے) اس کا شرعی حکم بتاتے ہیں یا اس کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

مثال:

صفحہ بائیس (22) پر "باب الاذان" کے نام سے مرکزی عنوان قائم کیا ہے، پھر اس کی تفصیل کرتے ہوئے آغاز میں ہی اذان کی شرعی حیثیت کو واضح کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

اَلْاَذَانُ سُنَّةٌ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَالْجُمُعَةِ دُوْنَ مَا سِوَاهَا

ترجمہ: پنجگانہ نمازوں اور جمعہ کی نماز کے لیے اذان پڑھنا سنت ہے، ان کے علاوہ (کسی اور نماز کے لیے) اذان مسنون نہیں۔

صفحہ انیتس (29) پر مرکزی عنوان "باب الجماعۃ" ہے۔ اب طالب علم کو معلوم نہ تھا کہ جماعت کا شرعی حکم کیا ہے؟ یہ فرض ہے، واجب ہے، یا سنت ہے؟ چنانچہ عبارت کی ابتداء ہی میں مصنف نے جماعت کا شرعی حکم بتا دیا۔ آپ لکھتے ہیں:

وَالْجَمَاعَةُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ

ترجمہ: جماعت کے ساتھ نمازوں کی ادائیگی سنت مؤکدہ ہے۔

خصوصیات:

1: اس کتاب کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اکثر مسائل آیات، احادیث مبارکہ، صحابہ کے قول اور تابعین کے فتویٰ سے ماخوذ ہیں۔ بہت کم مسائل ایسے ہیں جو اصولوں کی روشنی میں قیاس کے تحت ذکر کیے گئے ہیں۔

2: جو اسلوب تحریر اپنایا گیا ہے وہ بہت سادہ اور عام فہم ہے۔ عبارت کے اندر پیچیدگی اور غیر مانوسیت نہیں ہے۔

3: اختصار و جامعیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ ہزاروں فقہی مسائل کو بہت خوب صورتی کے ساتھ اس کتاب میں سمو دیا گیا ہے۔

4: یہ کتاب حسنِ ترتیب میں انتہائی اعلیٰ درجے کی حامل ہے۔ فقہی متون میں اس پایہ کی بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں۔

[8]: ہدایہ:

شیخ الاسلام امام برہان الدین علی بن ابو بکر مرغینانی رحمہ اللہ (593ھ) کی تصنیف ہے۔ یہ فقہ حنفی کی نہایت اہم اور معروف کتاب ہے اور ہدایہ دراصل "بدایۃ المبتدی" کی شرح ہے۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر نے ابتداءً کتاب "الجامع الصغیر" اور "مختصر القدوری" سے مسائل کا انتخاب کر کے "بدایۃ المبتدی" نامی کتاب تصنیف کی تھی۔ پھر اس کی شرح "کفایۃ المنتھی" کے نام سے اَسّی (80) ضخیم جلدوں میں لکھی۔ یہ شرح چونکہ بہت طویل تھی اس لیے مختصر شرح لکھنے کا اہتمام فرمایا اور اس کا نام "ہدایہ" تجویز کیا۔ یہ چار جلدوں میں ہے۔ پہلی دو جلدیں "اولَین" اور آخری دو جلدیں "اخیرین" کہلاتی ہیں۔

اسلوبِ کتاب:

صاحب ہدایہ نے "الہدایہ" میں درج ذیل چیزوں کا اہتمام فرمایا ہے:

:1 بیان مسائل میں فقہ کی عمومی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے، یعنی عبادات، معاملات، معاشرت اور عقوبات کو بیان فرمایا ہے۔

:2 مصنف کا انداز بیان نہایت سلیس، شگفتہ اور فصیح و بلیغ ہے، عربی ادب کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا ہے جس کی وجہ سے یہ کتاب عربی ادب کا ایک شاہکار بھی ہے۔

:3 مسائل کے ثبوت کے لیے قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور آثارِ صحابہ سے استدلال کیا ہے۔

:4 مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں تین قسم کے عنوانات کا اہتمام فرمایا ہے۔ کتاب، باب اور فصل۔ کتاب کے تحت مختلف اجناس، باب کے تحت مختلف انواع اور فصل کے تحت ایک ہی نوع کے مسائل ذکر کرتے ہیں۔

:5 "الہدایہ" کی ایک انفرادی خصوصیت یہ بھی ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے مسائل کو عقلی و نقلی ہر دو دلائل سے ثابت کیا ہے، اس اعتبار سے یہ کتاب دیگر کئی کتب پر فائق ہے۔

:6 مصنف رحمہ اللہ پہلے متن "بدایۃ المبتدی" ذکر فرماتے ہیں جو "جامع الصغیر" اور "مختصر القدوری" کے مسائل کا انتخاب ہے، پھر اس کی جامع مانع شرح کرتے ہیں۔

:7 مصنف کا عمومی طرز یہ ہے کہ حضرات فقہاء رحمہم اللہ کے اقوال بیان کر کے ان کے دلائل کو ذکر فرماتے

ہیں۔ جو قول ان کے نزدیک راجح ہوتا ہے اسے آخر میں ذکر کرتے ہیں اور اس کی دلیل بھی آخر میں ذکر کرتے ہیں جو دیگر دلائل کا جواب ہوتی ہے۔

ہدایہ کی اہمیت و مقبولیت:

ہدایہ فقہ حنفی کی نہایت مشہور، معتبر اور جامع کتاب ہے۔ اپنی جامعیت، کثرتِ مسائل، حسن ترتیب اور منفرد اسلوبِ بیان کے لحاظ سے انفرادی خصوصیت کی حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدیوں سے پاک وہند کے مدارس دینیہ کی زینت بنی ہوئی ہے اور ہر منصف مزاج آدمی اس کتاب کی عظمت کا؛ کھلے دل سے معترف ہے۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

”فقہ حنفی میں کتاب ہدایہ میں مسائل فقہیہ کی اسناد میں روایات سے جو ثبوت پیش کیا ہے اور ان کی تائید میں اصولی و معقولی باتیں سمجھائی ہیں، اس میں امام برھان الدین مرغینانی مصنف ہدایہ کی سعی معاذ اللہ بے سود گنی جائے گی؟ اور یہ بات سوائے کسی جاہل اور بے سمجھ کے کون کہے گا؟“

تاریخ اہل حدیث، ص86

[9]: کنزالدقائق:

امام ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی رحمہ اللہ (ت710ھ) نے ساتویں صدی ہجری کے اواخر میں ایک کتاب "کنزالدقائق" تصنیف فرمائی، جس کو فقہ حنفی کا مقبول ترین اور فقہ اسلامی کا منفرد ترین متن کہا جاتا ہے۔ اختصار اور جامعیت کی وجہ سے یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے اور وقتِ تحریر سے تاحال لائقِ استناد اور قابلِ اعتماد تصور کی جاتی ہے۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ نے ایک تفسیر بھی "مدارک التنزیل" کے نام سے لکھی تھی، جو آج بھی علمی حلقوں میں لائق مطالعہ و قابل استفادہ سمجھی جاتی ہے۔

آپ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے فقہ و تفسیر میں قابلِ رشک ملکہ اور کمال عطا فرمایا تھا۔ باریک بینی ودقیق نظری سے مسئلہ کی تہہ تک پہنچنا اور پھر ایک تفصیلی مسئلہ کو نہایت مختصر الفاظ میں بیان کرنا آپ کا خاص وصف تھا۔ انہی صفات کی جھلک آپ کی تصانیف میں نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔

کنز الد قائق کے نام سے علامہ نسفی رحمہ اللہ نے جو متن تیار کیا ہے وہ تمام متون سے زیادہ مختصر اور جامع ہے۔ اس اختصار اور جامعیت کی وجہ سے یہ متن اپنی مثال آپ ہے۔ بعض مقامات پر تو یہ اختصار ایک پہیلی کی صورت اختیار کر جاتا ہے جو اپنے اندر؛ نہ صرف علم کا ذخیرہ رکھتا ہے بلکہ طلبہ کی دلچسپی کا سامان بھی فراہم کرتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح وہ ایک طویل بحث کو سمیٹ کر مختصر ترین عبارت میں سمو دیتے ہیں۔ ذیل میں ہم بطور نمونہ صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں، جس سے آپ علامہ موصوف کی زبردست قوتِ فکر، شان دار اندازِ تحریر اور بہترین طرزِ تفہیم کا بخوبی اندازہ لگا سکیں گے۔

جامعیت کی ایک مثال:

مسئلہ یہ تھا کہ ایک شخص جس پر غسل واجب تھا وہ کنویں میں گر گیا، دو چار غوطے کھانے کے بعد اس کو باہر نکالا گیا، اس کا پورا جسم بھیگ چکا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ کنویں کا اور اس آدمی کا کیا حکم ہے؟ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص بہ دستور حالتِ جنابت میں ہے، محض کنویں میں گر کر بھیگ جانے سے اس کا غسل نہیں ہوا اور اس کے گر جانے کی وجہ سے پانی بھی ناپاک ہو گیا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آدمی کا غسل تو نہیں ہوا لیکن پانی پاک ہی سمجھا جائے گا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کا غسل ہو گیا اور پانی بھی بہ دستور پاک رہے گا۔ (اس مسئلہ کی تینوں جزئیات کے تفصیلی دلائل متعلقہ کتابوں میں موجود ہیں۔) یہ مسئلہ اگر ضبطِ تحریر میں لایا جائے تو تفصیل کا متقاضی ہو گا، مگر امام نسفی رحمہ اللہ نے اس ساری بحث کو ایک جملہ میں سمیٹ دیا، آپ تحریر فرماتے ہیں:

"وَمَسْئَلَةُ الْبِئْرِ جُحْطٌ"

ترجمہ: کنویں کا مسئلہ ج، ح، ط ہے۔

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ فقہائے احناف میں پہلا درجہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، اس لیے سب سے پہلے ان کی رائے بیان کی ہے اور "ج" سے مراد نجس ہے، یعنی دونوں نجس ہیں، کہ پانی بھی نجس ہو گیا اور وہ آدمی بھی بہ دستور نجس ہی رہا۔

امام صاحب رحمہ اللہ کے بعد دوسرا درجہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا اس لیے آگے ان کا مذہب بیان کیا

ہے اور ”ح“ سے مراد ہے "عَلٰی حَالِہٖ "یعنی دونوں اپنی اپنی حالت پر ہیں کہ کنواں جیسے پہلے تھا ویسے ہی پاک رہے گا اور وہ آدمی جیسے پہلے ناپاک تھا اب بھی ناپاک سمجھا جائے گا۔

تیسرا موقف امام محمد رحمہ اللہ کا بیان کیا ہے جن کا درجہ ان دونوں حضرات کے بعد آتا ہے۔ اور ”ط“ سے مراد ”طاہر“ ہے، یعنی کنواں بھی پاک ہے اور وہ آدمی بھی پاک ہو جائے گا۔

[10]: فتاویٰ تاتارخانیہ:

امام فرید الدین عالم بن عَلاء حنفی اندرپتی رحمہ اللہ (786ھ) کی تصنیف ہے۔ آپ رحمہ اللہ مختلف علوم و فنون میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ نہایت عابد، زاہد، صوم وصلٰوۃ کے پابند انسان تھے۔

کتاب کا اصل نام:

فتاویٰ تاتارخانیہ کا اصل نام ”زاد المسافر“ ہے، اسے اصل نام سے کم اور تاتارخانیہ کے نام سے زیادہ جانا جاتا ہے۔ علامہ مصطفٰی بن عبد اللہ الرومی الحنفی المعروف حاجی خلیفہ رحمہ اللہ (ت1068ھ) نے دو جگہ اس کتاب کا تعارف پیش کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

وَذُکِرَ أَنَّہٗ أَشَارَ إِلٰی جَمْعِہٖ: اَلْخَانُ الْأَعْظَمُ تَاتَارْ خَان وَلَمْ یُسَمِّ وَلِذٰلِکَ اِشْتَہَرَ بِہٖ وَقِیْلَ: إِنَّہٗ سَمَّاہُ زَادُ الْمُسَافِرِ

کشف الظنون ج1 ص253

ترجمہ: یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ یہ کتاب خان اعظم تاتار خان کی فرمائش اور ایماء پر مرتب کی گئی ہے۔ کتاب چونکہ کسی نام سے موسوم نہیں کی گئی تھی اس لیے ”فتاویٰ تاتارخانیہ“ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فاضل مصنف نے اس کتاب کا نام ”زاد المسافر“ رکھا تھا“۔

علامہ حاجی خلیفہ رحمہ اللہ دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

زَادُ الْمُسَافِرِ فِي الْفُرُوْعِ وَھُوَ الْمَعْرُوْفُ بِالْفَتَاوٰی التَّاتَارْخَانِیَۃ

کشف الظنون ج2 ص4

ترجمہ: زاد المسافر فقہی مسائل پر مشتمل ہے اور فتاویٰ تاتارخانیہ کے نام سے معروف ہے۔

علامہ عالم بن العلاء الحنفی رحمہ اللہ نے فتاویٰ تاتار خانیہ کو جس اسلوب سے مرتب فرمایا وہ نہایت دل نشین، سہل اور عام فہم ہے، پیچیدگی اور الجھن سے دور ہے۔ پڑھنے والا روانی اور تسلسل کے ساتھ پڑھتا چلا جاتا ہے، ذہن پر بوجھ پڑتا ہے نہ آنکھیں تھکتی ہیں۔

کتاب کی ترتیب:

کتاب کی ابتداء میں مصنف عالم بن علاء رحمہ اللہ نے پندرہ صفحات پر مشتمل نہایت جان دار مقدمہ تحریر کیا ہے۔ حمد و ثناء کے بعد کتاب لکھنے کی وجہ و سبب وغیرہ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد درج ذیل سات فصول قائم کی ہیں:

الفصل الاول: فِيْ تَعْرِيْفِ الْعِلْمِ

پہلی فصل میں علم اور علم فقہ کی تعریف ذکر کی ہے۔

الفصل الثانی: فِيْ فَضِيْلَةِ الْعِلْمِ، وَالْفِقْهِ، وَالْعَالِمِ، وَالتَّعَلُّمِ، وَالتَّعْلِيْمِ، وَالْمُتَعَلِّمِ

اس فصل میں علم کی، علماء کی، علم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے، جس کا انداز مصنف رحمہ اللہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ ہر ایک عنوان کی فضیلت میں بالترتیب پہلے آیات مبارکہ پھر احادیث شریفہ اور بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگان دین رحمہم اللہ کے اقوال نقل فرمائے ہیں۔

الفصل الثالث: فِيْ فَرْضِ الْعَيْنِ وَفَرْضِ الْكِفَايَةِ مِنَ الْعُلُوْمِ

اس فصل میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کن علوم کا سیکھنا فرض عین ہے اور کن کا سیکھنا فرض کفایہ۔

الفصل الرابع: فِيْ آفَةِ الْعِلْمِ

چوتھی فصل میں علم کی تباہی و آفت کے اسباب مثلاً دنیوی غرض، ریاکاری و بد عملی وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے اور اسی مناسبت سے احادیث و آثار کو نقل کیا گیا ہے۔

الفصل الخامس: فِيْ بَيَانِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

اس فصل میں اہل السنۃ والجماعۃ کی فضیلت اور ان کی علامات کو بیان کیا گیا ہے۔

الفصل السادس: فِيْ مَنْ يَّحِلُّ لَهُ الْفَتَاوٰى وَمَنْ لَّا يَحِلُّ لَهٗ

فتویٰ دینا، خلقِ خدا کو شرعی احکام و مسائل سے آگاہ کرنا بچوں کا کھیل نہیں، بلکہ یہ ایک اہم ذمہ داری

ہے۔ لہٰذا اس اہمیت کے پیشِ نظر مصنف رحمہ اللہ نے اس فصل میں یہ بتایا ہے کہ کن لوگوں کے لیے فتویٰ دینا جائز ہے اور کن کے لیے جائز و حلال نہیں۔

الفصل السابع: فِيْ آدَابِ الْمُفْتِيْ وَالْمُسْتَفْتِيْ

اس ساتویں فصل میں مصنف رحمہ اللہ نے مسئلہ پوچھنے والے اور جواب بتانے والے کے آداب کو بیان کیا ہے۔ نیز فتویٰ کی شرائط کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

خصوصیات:

فقہ حنفی کی بیسیوں کتب کو کھنگال کر مختلف موضوعات سے متعلق مسائل نقل کر کے ایک عظیم مجموعہ تیار کرتے وقت امام فرید الدین عالم بن عَلاء حنفی اندرپتی رحمہ اللہ نے چند امور کا بطور خاص اہتمام کیا:

1: جن کتب سے مسائل نقل کیے ہیں ان کے نام صراحتًا ذکر کیے ہیں۔

2: صرف مسائل نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔ نصوص و دلائل ذکر کرنے کا اہتمام نہیں کیا۔

3: بعض اوقات ایک مسئلے کو مختلف کتابوں سے ذکر کرتے ہیں تو اس صورت میں ہر کتاب کا نام بھی تحریر کرتے ہیں۔

4: مسائل نقل کرنے میں مصنف رحمہ اللہ نے علامہ برہان الدین محمود بن احمد مازہ بخاری (ت616ھ) کی کتاب "المحیط البرہانی" کو بطورِ خاص بنیاد بنایا ہے۔ اسی لیے مسائل کے تحت اس کتاب کا حوالہ بکثرت آتا ہے۔ بار بار پورا نام لکھنے کے بجائے "م" کی علامت استعمال کرتے ہیں۔

5: فاضل مصنف رحمہ اللہ نے فتاویٰ تاتار خانیہ کے مسائل و ابواب کی ترتیب "ہدایہ" کے مطابق رکھی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وَرَتَّبْتُ أَبْوَابَهٗ عَلٰى تَرْتِيْبِ الْهِدَايَةِ

مقدمۃ الفتاویٰ: تاتار خانیہ ص51

ترجمہ: اس کے ابواب میں نے ہدایہ کی طرز پر ترتیب دیے ہیں۔

چند اردو فتاویٰ کا تعارف

[1]: فتاویٰ حقانیہ:

حضرت مولانا عبد الحق حقانی رحمہ اللہ (ت 1409ھ) دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی اور شیخ الحدیث تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری و باطنی صفات سے نوازا تھا۔ آپ کو فقاہت میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ آپ رحمہ اللہ فتوٰی دینے میں انتہائی احتیاط فرمایا کرتے اور جواب میں عُرف کی حد درجہ رعایت فرماتے۔ "فتاویٰ حقانیہ" میں آپ کے فتاویٰ کو جمع کیا گیا ہے، البتہ یہ بات واضح رہے کہ اس مجموعہ میں صرف آپ رحمہ اللہ ہی کے فتاویٰ نہیں ہیں بلکہ آپ سمیت کُل اٹھارہ (18) ماہر مفتیانِ کرام کے تحریر شدہ فتاویٰ بھی اس میں شامل ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کی جلالتِ شان اور عظمت کی وجہ سے اس مجموعہ کو "فتاویٰ حقانیہ" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ "فتاویٰ حقانیہ" مکتبہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے چھ جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔

خصوصیات:

1: ابتداءِ کتاب میں ایک جامع اور مفصَّل مقدّمہ ہے جو اہلِ علم کے لیے انتہائی نفع مند ہے۔

2: بہت سے جدید مسائل کا بیان بھی اس میں موجود ہے، جنہیں عنوان کی مناسبت سے اپنے اپنے باب میں ذکر کیا گیا ہے۔

3: جوابات میں عموماً اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے، تاہم حسبِ موقع؛ حسبِ ضرورت تفصیلی جوابات بھی دیے گئے ہیں۔

4: جوابات کو عربی عبارات کے ساتھ باحوالہ لکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے، البتہ بعض مقامات پر اکابرین کے اردو فتاویٰ کو بطورِ دلیل پیش کیا گیا ہے۔

5: کتاب اور باب کے عنوانات کے تحت تمام فقہی مسائل کو یکجا کیا گیا ہے، جن مسائل کو کسی ذیلی عنوان کے تحت شامل کرنا ممکن نہ تھا، ایسے مسائل کو جمع کرنے کے لیے "مسائل شتّٰی" کا عنوان قائم کیا گیا۔

[2]: امداد الاحکام:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت1362ھ) کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ بلاشبہ وقت کے مجدِّد تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ سے اِحیاءِ سنت اور تجدیدِ دین کا خوب خوب کام لیا۔ تصوف و طریقت اور فقہ و تفسیر میں خصوصاً آپ کی سنہری اور نمایاں خدمات ہیں جو رہتی دنیا تک درخشاں رہیں گی۔ مختلف علوم وفنون میں آپ کو مکمل عبور تھا، جس فن میں آپ کی کتاب پڑھی جائے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس فن کے امام تھے۔ فقہ و فتوٰی میں آپ کو کامل دسترس حاصل تھی، بلاشک آپ فقاہت میں ایک تابندہ ستارے تھے۔ "امداد الفتاویٰ" آپ کے تفقُّہ فی الدین پر واضح دلیل ہے۔ اس کتاب میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق ہزاروں مسائل کا شرعی حل بتلایا گیا ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ کی جدید ترتیب کے ساتھ "امداد الفتاویٰ" کو مکتبہ دارالعلوم کراچی کی طرف سے چھ جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔

خصوصیات:

:1 جچے تُلے الفاظ کے ساتھ جوابات دیے گئے ہیں جو کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کا خاصہ ہے۔

:2 سوال کے موافق حسبِ موقع عربی اور فارسی میں بھی جوابات دیے گئے ہیں۔

:3 فقہی جزئیات کی روشنی میں جوابات کا اہتمام کیا گیا ہے، تاہم جس مقام پر کوئی فقہی جزئیہ نہ مل سکا وہاں صراحت کر دی گئی کہ کوئی جزئیہ نہیں مل سکا، اس لیے قواعد سے جواب دیا گیا ہے۔

:4 بہت سے مقامات میں عربی عبارت بطورِ دلیل ذکر کر کے پھر مسئلہ کا حکم بتلایا گیا ہے۔

:5 معاملات سے متعلق ایسے مسائل جن میں ابتلاء اور اضطرارِ عام ہو تو ان میں فقہی اصول کے دائرے میں گنجائش یا سہولت کے پہلو کو اختیار کیا گیا ہے۔

[3]: کفایت المفتی:

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ (ت1372ھ) کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ صفات و کمالات سے نوازا تھا۔ آپ کی علمی، سماجی، معاشرتی و سیاسی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کے مجموعے "کفایت

المفتی" میں کُل فتاویٰ کی تعداد چار ہزار چار سو نواسی (4489) ہے۔

یادرہے "کفایت المفتی" میں مصنف رحمہ اللہ کے تین قسم کے فتاویٰ شامل ہیں:

قسم اوّل: ایسے فتاویٰ جو مدرسہ امینیہ دہلی کے رجسٹروں سے لیے گئے ہیں۔

قسم دوم: ایسے فتاویٰ جو سہ روزہ رسالہ الجمعیۃ سے لیے گئے ہیں۔

قسم سوم: ایسے فتاویٰ جو متفرق مقامات سے جمع کیے گئے، مثلاً آپ کے گھر سے، باہر دوستوں سے یا مطبوعہ کتب سے اکٹھے کیے گئے۔

پہلی قسم کے فتاویٰ کی تعداد دو ہزار چھ سو چھیاسی (2686) ہے۔ دوسری اور تیسری قسم کے فتاویٰ کی تعداد ایک ہزار آٹھ سو تین (1803) ہے۔ "کفایت المفتی" کو دارالاشاعت کراچی نے نو (9) جلدوں میں شائع کیا ہے۔

خصوصیات:

1: طرزِ بیان سائشتہ، عام فہم، مختصر اور جامع ہے۔

2: پیش آمدہ جدید مسائل کا حل اہتمام سے بیان کیا گیا ہے۔

3: ایک نمایاں خصوصیت جو اس کتاب کو دیگر کتب سے ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ اکثر جلدوں کے آخر میں "فرہنگ اصطلاحات" کا عنوان قائم کیا گیا ہے، جس میں مختلف زبانوں کے غیر مانوس، پیچیدہ اور مشکل الفاظ کے معنٰی اور مفہوم کو حروف تہجی کے لحاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔

4: جامعیت کے لحاظ سے منفرد ہے، تقریباً ہر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق مسائل پر خوب صورت انداز و پیرائے میں گفتگو کی گئی ہے۔

5: حسبِ ضرورت بہت سے مسائل کے نہایت تفصیلی جوابات قلم بند کیے گئے، جو قریب قریب رسالہ کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔

[4]: خیر الفتاویٰ:

مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ (ت1390ھ) پاکستان کے معروف و مقبول ادارہ جامعہ خیر المدارس ملتان کے بانی ہیں۔ آپ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خلفاء میں شامل ہیں۔ آپ رحمہ

اللہ اخلاقِ حسنہ سے آراستہ تھے۔ "خیر الفتاویٰ" میں مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے فتاویٰ کے ساتھ جامعہ خیر المدارس کے دیگر مقتدر مفتیانِ کرام کے فتاویٰ بھی شامل ہیں۔ مجموعی طور پر "خیر الفتاویٰ" چھوٹے بڑے قدیم و جدید ہزاروں فتاویٰ پر مشتمل ایک علمی و تحقیقی دستاویز ہے۔ اس میں فتاویٰ کی کُل تعداد آٹھ ہزار پانچ سو پچاسی (8585) ہے۔

جوابات میں سوال کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے تفصیل و اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ چونکہ اس ادارہ کے بانی و سرپرست تھے، اس لیے آپ کے اسم گرامی پر ادارہ کا نام "خیر المدارس" اور فتاویٰ کے مجموعہ کا نام "خیر الفتاویٰ" تجویز کیا گیا۔ اس کو مکتبہ امدادیہ ملتان کی طرف سے چھ جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔

خصوصیات:

1: اکثر مسائل کے تحت دلائل کا اہتمام کیا گیا ہے اور ترتیبِ دلائل کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اول قرآن کریم، دوم حدیث مبارک اور سوم فقہی عبارات کو ذکر گیا ہے۔

2: منکرینِ تقلید اور اہلِ بدعت کی تردید مؤثر اور جان دار طرز میں کی گئی ہے۔ خصوصاً مسئلہ تین طلاق کو نہایت تفصیل کے ساتھ محقَّق و مدلَّل بیان کیا گیا ہے۔

3: جدید مسائل پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔

4: بعض اہم سوالات کے جواب میں مجلسِ افتاء کے تمام اراکین کے دستخط موجود ہیں۔

[5]: فتاویٰ مفتی محمود:

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ (ت1400ھ) ظاہری و باطنی علوم سے مالا مال اور جامع الاوصاف شخصیت تھے۔ دینی، ملی، سیاسی اور معاشرتی خدمات میں آپ ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم وفنون پر آپ کی گہری نظر تھی۔ دیگر علمی و اصلاحی سرگرمیوں کے باجود آپ فقہی مسائل و شرعی احکام پر باریک بینی سے محقَّق و مدلَّل گفتگو فرماتے۔ جدید مسائل اور معاملات میں آپ رائے بہت گہری اور وزن دار ہوتی تھی۔

آپ کی فقاہت کا واضح ثبوت آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ "فتاویٰ مفتی محمود" ہے۔ آپ کی یہ فقہی دستاویز کئی بار طباعت و اشاعت کے مراحل سے گزر چکی ہے۔ "فتاویٰ مفتی محمود" گیارہ (11) جلدوں پر مشتمل ہے، جسے جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔

ملحوظہ: یاد رہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے کبھی خود فتوٰی نویسی کے لیے وقت نہ دے پاتے تو آپ ان مسائل کو اپنے معاون مفتیانِ کرام کے سپرد فرمادیتے، چنانچہ "فتاویٰ مفتی محمود" میں حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ کے علاوہ آپ کے معین مفتیانِ کرام کے بہت سے فتاویٰ بھی درج ہیں۔

خصوصیات:

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے فتوٰی وجواب میں چند خصوصیات نمایاں طور پر موجود ہیں:

1: اکثر جواب کے آخر میں دلیل کا التزام کرتے اور دلائل میں فتاویٰ شامی کو فوقیت دیتے تھے۔

2: اسلوبِ تحریر سادہ اور عام فہم ہوتی، سائل جس انداز میں سوال کرتا تو جواب بھی اسی طرز میں دیا جاتا۔

3: سوال میں مذکور تمام جزئیات کا الگ الگ جواب دیا جاتا۔

4: سوال کی مناسبت سے بدعات ورسومات کا خوب رد فرمایا کرتے۔

5: جواب تحریر کرتے وقت عرف وعادت کو ضرور ملحوظ رکھا جاتا۔

[6]: آپ کے مسائل اور ان کا حل:

شہیدِ اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ (ت1413ھ) کو اللہ تعالیٰ نے اَوصافِ حمیدہ اور صِفاتِ جلیلہ سے خوب خوب نوازا تھا، آپ کی شخصیت ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ تھی۔ آپ کی محنت و سرگرمی کا محور ومرکز: اِحقاقِ حق (حق کی اشاعت و سربلندی) اور اِبطالِ باطل (باطل کی تردید و تکذیب) تھا۔ مختلف دینی خدمات میں خصوصاً عقیدہ تحفظ ختم نبوت، فقہ و فتاوٰی اور ردِّ فِرَقِ باطلہ کے حوالے سے آپ کی خدمات لازوال و گراں قدر ہیں، جنہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ جو "آپ کے مسائل اور ان کا حل" کے نام سے موسوم ہے، یہ محض سوالات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک علمی شاہکار اور ایک فقہی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ مختلف عنوانات پر مشتمل قدیم و جدید ہزاروں

مسائل کی شرعی رہنمائی اس میں موجود ہے۔

سَن انیس سو اٹھہتر (1978ء) میں پاکستان کے کثیر الاشاعت اخبار روزنامہ جنگ نے اخبار میں اسلامی صفحہ "اِقرأ" جاری کیا اور ان کی طرف سے شہیدِ اسلام رحمہ اللہ سے درخواست کی گئی کہ اگر آپ عوام کی طرف سے پیش آمدہ سوالات و مسائل کا حل تحریر فرمادیا کریں کہ تو ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد کی رہنمائی کا سامان ہو گا۔ آپ نے اس بارے مشائخ کرام سے مشورہ کیا، چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ اور مولانا مفتی احمد الرحمٰن رحمہ اللہ کی تاکید و ایماء پر آپ نے اس سلسلے سے منسلک ہونے کی ہامی بھرلی۔

چنانچہ مئی 1978ء میں اسلامی صفحہ "اِقرأ" کے توسّط سے فتوٰی نویسی کا آغاز ہوا۔ اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے بے حد مقبولیت سے نوازا تھا، بلا مبالغہ ہزاروں سوالات کے جوابات آپ کے گوہر بار قلم سے جاری ہوئے اور ایک امّت آپ کے علمی و تحقیقی جوابات، مضامین و مقالات سے بہرہ مند ہوئی۔

سوالات کی نوعیت چونکہ مختلف ہوتی، اس لیے جوابات بھی فقہی ترتیب سے ہٹ کر سوالات کی مناسبت سے مختلف عنوانات پر مشتمل ہوتے۔ آپ رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد مسائل کی ترتیب و تخریج پر مستقل طور پر کام ہوا، مسائل کی فہرستیں مرتّب کر کے اس مناسبت سے عنوانات قائم کیے گئے اور مسائل میں موجود تکرار کو حذف کر دیا گیا۔ مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ کی ترتیب و تخریج کے ساتھ اضافہ و تخریج شدہ ایڈیشن دس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، جسے مکتبہ لدھیانوی نے شائع کیا ہے۔

خصوصیات:

1: انداز تحریر سلیس اور اسلوبِ بیان شگفتہ ہے۔ آپ کے الفاظ و تعبیرات بھرپور اور جان دار ہیں، ان میں ادب کی چاشنی رَس گھولتی ہے جو قارئین کو اکتاہٹ کا شکار نہیں ہونے دیتی۔

2: عمومی طور پر جواب میں اختصار و جامعیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

3: بوقتِ ضرورت اہم مسائل پر سیر حاصل محققانہ گفتگو کی گئی ہے۔

4: سائل کے حال اور عرف کی مناسبت سے بغرضِ اصلاح؛ جواب پر مناسب اضافہ کر دیا جاتا۔

5: اکابرینِ علماءِ دیوبند رحمہم اللہ کے منہج کے مطابق جوابات میں اعتدال و توازن کو ہمہ وقت قائم رکھا گیا ہے۔

6: اہل السنۃ والجماعۃ اکابرینِ علماءِ دیوبند رحمہم اللہ کے عقائد و نظریات سے ہٹ کر عقائد و نظریات اپنانے والوں کی تردید؛ راہِ اعتدال کو اختیار کرتے ہوئے مؤثر اور جامع انداز میں کی گئی ہے۔

[7]: فتاویٰ محمودیہ:

فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ (ت 1416ھ) اَعمال واَفعال اور صلاحیت و قابلیت میں اپنی مثال آپ تھے، آپ علمی طور پر مضبوط اور عملی اعتبار سے راسخ تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیگر اَوصاف و کمالات کے ساتھ فقاہت اور فقہی ذوق خوب خوب عطا فرمایا تھا۔ اصول و فروع پر رسوخ حاصل تھا، طبعِ سلیم اور فہمِ مستقیم سے مالا مال تھے۔ پیچیدہ و دقیق مسائل کو نہایت سہولت سے حل فرمادیا کرتے۔ دیگر دینی سرگرمیوں کے ساتھ فِرَقِ باطلہ وضالّہ کی تردید آپ کا اہم مشغلہ تھا، جس کی وجہ سے حسبِ موقع فتنوں کی سرکوبی فرمایا کرتے۔ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ "فتاویٰ محمودیہ" آپ کی فقاہت و فقہی مہارت پر روشن دلیل ہے۔

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کے زیرِ سرپرستی "فتاویٰ محمودیہ" کی تبویب (ابواب کی ترتیب) تخریج (حوالہ جات کا اہتمام) اور تعلیق (دیگر مسائل کا اضافہ) کے ساتھ پچیس ضخیم جلدوں پر نیا ایڈیشن تیار ہوا، اسے دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی نے شائع کیا ہے۔ "فتاویٰ محمودیہ" علمی دنیا میں ایک مستند، معتبر، بہترین و شاندار فقہی ذخیرہ کا اضافہ ہے، اردو فتاویٰ میں اسے بہت مستند مانا جاتا ہے، اہلِ ذوق اس سے خوب استفادہ کرتے ہیں۔

خصوصیات:

1: فتاویٰ میں توازن اور اعتدال قائم ہے۔

2: جوابات عموماً مختصر پُر اثر ہیں، تاہم بعض سوالات کی نوعیت کے مطابق تفصیلی جوابات بھی ہیں۔

3: اندازِ تحریر آسان ہے، تعبیرات سہل ہیں۔

4: جواب میں سوال کے مقصد کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

5: سوال میں لایعنی جزئیات کو ترک کرکے سائل کو اصل مقصد کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

6: بوقتِ ضرورت سائل کے تربیتی و اصلاحی پہلو کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔

7: نقلی دلائل کے علاوہ حسبِ ضرورت عقلی دلائل بھی پیش کیے گئے ہیں۔

[8]: فتاویٰ رحیمیہ:

حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم لاجپوری رحمہ اللہ (ت1422ھ) ایک باکمال شخصیت تھے۔ تواضع، انکساری آپ میں بہت زیادہ تھی، فقہیانہ ذوق کے مالک تھے۔ آپ کے قلم سے نکلے ہوئے فتاویٰ علم کا خزینہ ہیں۔ آپ کے فقہی مجموعہ کو "فتاویٰ رحیمیہ" کہا جاتا ہے۔ اہلِ علم اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس کی مقبولیت عام و تام ہے۔ ان فتاویٰ جات کا گجراتی اور انگریزی زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ دس(10) جلدوں پر مشتمل اس علمی ذخیرہ کو دارالاشاعت کراچی کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔

خصوصیات:

1: اندازِ تحریر سادہ، عام فہم اور انتہائی سہل ہے۔ عام آدمی بھی عبارت پڑھ کر مطلب سمجھ سکتا ہے۔

2: حوالہ جات کا اہتمام کیا گیا ہے۔ حوالہ کے بغیر مسائل کی تعداد کافی کم ہے۔

3: اصلاحِ معاشرہ، بدعات و رسومات کی تردید اور غلط عقائد و نظریات کے رد میں منفرد اسلوب میں مفصَّل و مدلَّل گفتگو کی گئی ہے۔

4: اکثر مقامات میں عربی عبارت (آیت، حدیث وغیرہ) کا ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔

5: نقلی دلائل کے علاوہ حسبِ موقع عقلی دلائل بھی خوب صورت انداز میں ذکر کیے گئے ہیں۔

6: حسبِ موقع اردو، فارسی اور عربی اشعار کا استعمال بہترین انداز میں کیا گیا ہے۔

[9]: احسن الفتاویٰ:

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ (ت1422ھ) کی شخصیت بالیقین امت مسلمہ کے لیے سرمایہ تھی۔ زہد، تقویٰ، عبادت، ریاضت اور فقاہت میں آپ اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ مختلف علوم و فنون پر مکمل عبور تھا، خصوصاً فقہ اور فلکیات پر حد درجہ مہارت تھی۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری و باطنی اوصاف و کمالات سے مالامال فرمایا تھا۔ آپ مجتہدانہ شان کے مالک تھے۔ ہزاروں علمی و تحقیقی فتاویٰ آپ کے گوہر بار قلم سے صادر ہوئے جو رہتی دنیا تک مشعلِ راہ ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کے مجموعہ کو "احسن الفتاویٰ" کا نام دیا گیا۔

"احسن الفتاویٰ" کے اس علمی ذخیرہ میں ایک سو سولہ (116) کے لگ بھگ مختلف عنوانات پر مشتمل فقہی رسائل موجود ہیں جو یقیناً اہلِ علم کے لیے خزینہ ہیں۔ دس (10) ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ فقہی مجموعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔

خصوصیات:

1: اکثر مقامات پر طویل سوال کا جواب انتہائی مختصر مگر جامع اور سہل انداز میں دیا گیا ہے۔

2: جوابات میں دلائل کا اہتمام ہے، اکثر فتاویٰ شامی کی عبارت پیش کی جاتی ہے۔

3: جدید مسائل کا حل بھی خوب صورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

4: ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ اس میں فلکیات سے متعلق ایک رسالہ شامل ہے، جس میں نمازوں کے اوقات اور سمتِ قبلہ کی تخریج کو نہایت مہارت کے ساتھ مفصّل لکھا گیا ہے۔

5: فِرَقِ ضالّہ وباطلہ کی تردید اور بدعات ورسومات کی بیخ کنی اس میں انتہائی مؤثر انداز میں کی گئی ہے۔

اَللّٰهُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا سَلَّمْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

مشق نمبر 5

سوال 1: درست جواب پر نشان لگائیں:

1: اصول الشاشی اصول فقہ کی قدیم کتاب ہے، اس کو کہا جاتا ہے:

خمسین　　اربعین　　سبعین

2: اصول الشاشی کے مصنف کا نام ہے:

ابوالحسن عبید اللہ بن الحسین　　ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم　　ابو بکر احمد بن علی

3: امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پوتے کا نام تھا:

محمد بن اسماعیل　　یعقوب بن ابراہیم　　اسماعیل بن حماد

4: تقویم الاَدِلّۃ فی اصول الفقہ کے مصنف کا نام ہے:

امام ابوزید عبید اللہ بن عمر الدبوسی　　امام علی بن محمد البزدوی　　امام محمد بن احمد السرخسی

5: "کنز الوصول إلیٰ معرفۃ الأصول" اس نام سے مشہور ہے:

اصول الشاشی　　اصول البزدوی　　اصول السرخسی

6: امام شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی رحمہ اللہ نے کنویں میں قید کے دوران یہ کتاب املاء کروائی:

اصول السرخسی　　شرح جامع کبیر　　کتاب المبسوط

7: "الاشباہ والنظائر" اتنے فنون پر مشتمل ہے:

آٹھ　　سات　　دس

8: کتب ظاہر الروایہ کی تعداد ہے:

دس　　آٹھ　　چھ

9: کتاب الاصل کو کہا جاتا ہے:

کتاب الخراج　　کتاب المیراث　　کتاب المبسوط

10: ہدایہ دراصل شرح ہے:

"بدایۃ المبتدی" کی "نہایۃ المنتہی" کی "غایۃ المبتدی" کی

سوال 2: مناسب اور درست لفظ کے ساتھ خالی جگہ پُر کیجیے:

1: امام ابو الحسن عبید اللہ بن الحسین رحمہ اللہ کی ولادت دریائے دجلہ کے قریب علاقہ .... میں ہوئی۔

2: "اصول کرخی" میں تحریر کردہ اصولوں کی تعداد .... ہے۔

3: "الفصول فی الاصول" .... ابواب اور .... فصول پر مشتمل ہے

4: "تقویم الاَدِلّۃ فی اصول الفقہ" .... فصول اور .... ابواب پر مشتمل ہے۔

5: "تاسیس النظر" میں ابواب کی تعداد .... ہے۔

6: علامہ حسام الدین محمد بن محمد بن عمر اَلْاَخْسِیْکَثِیْ رحمہ اللہ .... کتاب کے مصنف ہیں۔

7: علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد رحمہ اللہ کے آباء واجداد میں ایک صاحب کا نام .... تھا، ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو .... کہا جاتا ہے۔

8: امام ابو البرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی رحمہ اللہ نے .... صدی ہجری کے اواخر میں ایک کتاب .... تصنیف فرمائی۔

9: فتاویٰ تاتارخانیہ کے مصنف کا نام .... ہے۔

10: فتاویٰ تاتارخانیہ کا اصل نام .... ہے۔

سوال 3: صحیح اور غلط کی نشان دہی کیجیے:

1: "الفصول فی الاصول" کتاب کے مصنف امام ابو بکر احمد بن علی بن حسین الرازی الجصاص رحمہ اللہ ہیں۔

2: "تاسیس النظر" امام علاء الدین محمد بن عبد الحمید بن حسین بن حسن السمرقندی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔

3: "اصول البزدوی" کے مصنف امام علی بن محمد بن حسین البزدوی رحمہ اللہ کی وفات 482ھ میں ہوئی۔

4: "اصول السرخسی" سترہ (17) ابواب اور چورانوے (94) فصول پر مشتمل ہے۔

5: "نور الانوار" درحقیقت "اصول الشاشی" کی شرح ہے۔

6: "نور الانوار" امام علامہ شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق الحنفی المعروف "ملا جیون" رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔

7: "احسن الفتاویٰ" حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم لاجپوری رحمہ اللہ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔

8: "امداد الفتاویٰ" حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ پر مشتمل مجموعہ ہے۔

9: "آپ کے مسائل اور ان کا حل" حضرت مولانا کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔

10: ہزاروں فتاویٰ پر مشتمل فقہی مجموعہ "خیر الفتاویٰ" کا نام حضرت مولانا مفتی خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے نام پر رکھا گیا ہے۔

سوال 4: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں:

1: علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ کی شخصیت پر ایک مختصر مگر جامع نوٹ لکھیے جو دس سطروں سے زیادہ نہ ہو۔

2: "الاشباہ والنظائر" کے چھٹے اور ساتویں فن میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، اس کی وضاحت کیجیے۔

3: دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلٰی مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ (مفاسد کو دور کرنا مصلحتوں کے حصول سے زیادہ اہم ہے) اپنے الفاظ میں اس قاعدہ کی وضاحت مثال کے ساتھ تحریر کیجیے۔

4: اَلسُّؤَالُ مُعَادٌ فِي الْجَوَابِ (کسی سوال کے جواب میں اسی سوال کا اعادہ لازماً تسلیم کیا جائے گا) اس قاعدہ کی اپنے الفاظ میں وضاحت کیجیے۔

5: "آپ کے مسائل اور ان کا حل" کی خصوصیات تحریر کیجیے۔

6: "احسن الفتاویٰ" کی خصوصیات قلم بند کیجیے۔

7: "فتاویٰ حقانیہ" کی خصوصیات سپردِ قلم کیجیے۔

8: "کفایت المفتی" کا مختصر تعارف زیبِ قرطاس کیجیے۔

9: "فتاویٰ محمودیہ" پر ایک جامع مگر مختصر نوٹ لکھیے جو کم از کم دس سطروں پر مشتمل ہو۔

10: "فتاویٰ مفتی محمود" کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ اختصار کے ساتھ دل نشین انداز میں تحریر کیجیے۔

یادداشت

www.emarkaz.org

تعارف مؤلف

نام: محمد الیاس گھمن

ولادت: 12-04-1969

مقام ولادت: 87 جنوبی، سرگودھا

تعلیم: حفظ القرآن الکریم: جامع مسجد بوھڑ والی، گکھڑ منڈی، گوجرانوالہ

ترجمہ وتفسیر القرآن: امام اھل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

درس نظامی: (آغاز) جامعہ بنوریہ کراچی، (اختتام) جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

تدریس: (سابقاً) معہد الشیخ زکریا، چپاٹا، زمبیا، افریقہ (حالاً) مرکز اھل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

مناصب: سرپرست: مرکز اھل السنۃ والجماعۃ وخانقاہ حنفیہ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا پاکستان

بانی وامیر: عالمی اتحاد اھل السنۃ والجماعۃ

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز

بیعت وخلافت: الشیخ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ (کراچی) الشیخ عبد الحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ (مکہ مکرمہ) الشیخ عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (اسلام آباد)

الشیخ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (خانیوال) الشیخ قاضی محمد مہربان رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ اسماعیل خان)

الشیخ ذوالفقار احمد نقشبندی حفظہ اللہ (جھنگ) الشیخ محمد یونس پالنپوری حفظہ اللہ (گجرات ہندوستان)

چند تصانیف: دروس القرآن، کتاب الحدیث، اصولِ تفسیر، اصولِ حدیث، اسلامی عقائد

کتاب الفقہ، کتاب النحو، کتاب الصرف، کتاب المنطق، کتاب المیراث

تبلیغی اسفار: خلیجی ممالک، ملائیشیا، جنوبی افریقہ، سنگاپور، ہانگ کانگ، ترکیہ وغیرہ (23 ممالک)

دار الایمان